بسم اللہ الرحمن الرحیم

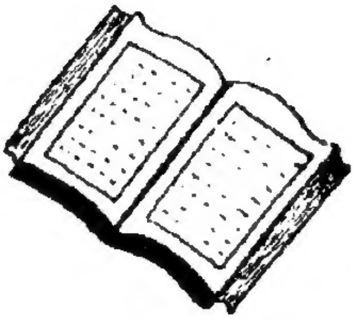

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اگست ۱۹۵۵ء

الفرقان

(۱) فضائلِ قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا ۔ (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ !

احمد نگر۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ

پاکستان

ایڈیٹر
ابو العطاء الجالندھری
سابق ایڈیٹر رسالہ عربی "البشریٰ" فلسطین

بہائیوں نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا

روز نامہ "پاکستان ٹائمز" لاہور مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۵۵ء میں ذیل کی خبر شائع ہوئی ہے :-

Pakistan Bahais seek minority status

(From Our Staff Correspondent)

Murree, July 12: The Bahais of Pakistan have desired to be declared a minority in Pakistan. In a letter addressed to the Minister of Law, Mr. H. S. Suhrawardy, through the Chairman of the Constituent Assembly, Mr. A. C. Joshi, Chief of the Public Relations Committee of the Bahais of Pakistan, said now that the draft of the constitution had reached the final stage, the Bahais of Pakistan "seek the honour and privilege of being included among the non-Muslim minorities of the land."

There are at present 2,000 registered Bahais in Pakistan, Mr. Joshi later told "The Pakistan Times".

Mr. Joshi has reminded the Law Minister of Quaid-i-Azam's promises that the "constitution of Pakistan will not only protect the rights of the non-Muslim minorities as justly as, but even more generously than, any other country in the world." A resolution passed as late as August 15, 1947, the Bahais of India and Burma had said that the Bahais community could not be identified with any particular religious community and, therefore, were the smallest minority commnunity in India and Pakistan.

ترجمہ

مری ۱۲ جولائی - پاکستان کے بہائیوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ انہیں پاکستان میں اقلیت قرار دیدیا جائے - بہائیوں کی تعلقات عامہ کمیٹی کے صدر مسٹر اے - سی - جوشی نے مجلس دستور ساز کے صدر کی وساطت سے وزیر قانون جناب ایچ - ایس - سہروردی کے نام ایک خط بھیجا ہے - جسمیں انہوں نے لکھا ہے - کہ اب چونکہ دستور پاکستان کی تدوین کا مسئلہ آخری مرحلے میں داخل ہو رہا ہے - "پاکستان کے بہائی اپنے لئے اس خصوصی حق اور عزت افزائی کے طالب ہیں - کہ انہیں ملک کی غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کر دیا جائے -"

مسٹر جوشی نے "پاکستان ٹائمز" کو بتایا ہے کہ اسوقت پاکستان میں دو ہزار رجسٹر شدہ بہائی آباد ہیں -

مسٹر جوشی نے اپنے خط میں وزیر قانون کو قائداعظم کا وعدہ یاد دلایا ہے - کہ "پاکستان کا دستور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی صرف اس حد تک ہی حفاظت نہیں کرے گا جس حد تک کہ از روئے انصاف کسی دوسرے ملک کا دستور ان کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے - بلکہ ان کیساتھ ہر دوسرے ملک سے بڑھ کر زیادہ فیاضانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔

ایک قرار داد میں جو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو منظور کی گئی تھی ہندوستان اور برما کے بہائیوں نے واضح کیا تھا کہ بہائیوں کے فرقے کو کسی بھی مخصوص مذہبی فرقے کے مشابہ قرار نہیں دیا جا سکتا یہی وجہ ہے - کہوہ ہندوستان اور پاکستان میں سب سے چھوٹی اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں -

الفرقان

اہل بہاء کے اس اعلان سے ان تمام علما اور سیاستدانوں کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے - جو مطالعہ کی کمی یا بدنیتی سے یہ کہتے رہتے تھے - کہ بہائی بھی قران مجید کو ماننے والا مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں اور جماعت احمدیہ نے ان کی نقل کی ہے - اب سب پر کھل گیا ہے کہ بہائی ایک غیر مسلم پارٹی ہے لیکن جماعت احمدیہ اسلام کی علمبردار اور قرآن کریم کی اشاعت کرنے والی جماعت ہے - شتان بین مشرق و مغرب -

بہائیوں نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

سالانہ چندہ

پاکستان و ہندوستان سے پانچ روپے۔
بیرون پاکستان و ہندوستان۔ پندرہ شلنگ
قادیان کے درویش باشندوں سے ۔/۲ ؎

الفرقان

ایڈیٹرز

مدیر مسئول۔ ابو العطاء جالندھری
نائب مدیران:۔ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری
مکرم مسعود احمد صاحب جہلوی بی۔اے

جلد ۵	ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ	✤	اگست ۱۹۵۵ء	شمارہ ۸

فہرست مندرجات

۱۔ بہائیوں نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا۔
روزنامہ "پاکستان ٹائمز" لاہور کی ایک خبر، ٹائٹل صـ۲

۲۔ تورات ——— کتاب موسیٰؑ
منکرین سنت کے رسالہ طلوع اسلام کے نئے استدلال کا جواب } صـ۲

۳۔ پاکستان میں عورتوں کے حقوق۔ جناب چودھری ابو البشیر صاحب کویلی صـ۱۴

۴۔ قرآن مجید ایک زندہ محقق مستشرق کی نظر میں
(ریڈرز ڈائجسٹ کے مضمون کا ترجمہ) } صـ۱۷

۵۔ شذرات صـ۲۰

۶۔ البیان (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر تفسیری حواشی کے ساتھ) صـ۲۳

۷۔ ولادت مسیحؑ کے متعلق قرآنی بیان کی عظمت
دُطباً جنیاً کے الفاظ میں عیسائی دنیا کی ایک تاریخی غلطی کا ازالہ
جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپور } صـ۲۵

۸۔ احمدی مسلمان ہیں۔ جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر صـ۳۲

۹۔ جماعت اسلامی کی خدمتِ خلق کی سالانہ رپورٹ صـ۳۷

۱۰۔ ہیضہ۔ کالرا۔ جناب ڈاکٹر شیخ عبد الحمید صاحب لاہور صـ۳۹

۱۱۔ قادیان آج بھی اشاعتِ اسلام کا مرکز ہے۔
رمضان المبارک کے درس القرآن اور اعتکاف کا ذکر } صـ۴۱

ضروری اطلاعات

(۱) احباب کرام! رسالہ الفرقان کی توسیع اشاعت آپ کا اخلاقی فرض ہے، کیا آپ نے یہ فرض ادا فرمایا ہے؟ اگر نہیں تو اب ہی اس فرض کو ادا فرمائیں جزاکم اللہ

(۲) جن خریدار اصحاب کے ذمہ دسمبر ۱۹۵۴ء تک کوئی بھی بقایا قیمت رسالہ ہے ان کا فرض ہے کہ سابقہ بقایا نیز ۱۹۵۵ء کی سالانہ قیمت ماہ اگست کی ۲۵ تاریخ تک بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں ورنہ یکم ستمبر کا رسالہ ان کے نام وی پی ہوگا۔

تمام بقایا دار اصحاب کو ان کے ذمہ کے بقایا کی اطلاع بذریعہ خطوط بھیجی جارہی ہے۔

(۳) جو دوست دفتر محاسب ربوہ یا قادیان کے ذریعہ رقوم بھیجتے ہیں انہیں ایک کارڈ کے ذریعہ دفتر الفرقان ربوہ کو بھی اطلاع دینی چاہیئے۔

مینیجر الفرقان
ربوہ

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر رسالہ الفرقان احمد نگر ربوہ سے شائع کیا)

ایک تحقیقی مقالہ

تورات ـــــــ کتابِ موسیٰ

منکرینِ سنت کے رسالہ "طلوعِ اسلام" کے نئے استدلال کا جواب

رسالہ طلوعِ اسلام کراچی مؤرخہ ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء میں "تورات" کے زیرِ عنوان ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ منکرینِ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی چکڑالوی صاحبان کی ایک مشکل کا حل تلاش کرنے کے لئے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ صاحبِ مضمون کہتے ہیں :-

"عام خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی تھی" (ص۱۱)

پھر لکھا ہے :-

"تورات کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی" (ص۹)

فاضل مضمون نگار کہتے ہیں :-

"ہمیں روایتاً ایک نام اس کتاب کا پہنچا جسے بلا تحقیق ہم نے رواج دیدیا"

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے ہمہ گیر عقیدہ کے خلاف مضمون نگار یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تورات حضرت موسیٰؑ کی کتاب کا نام نہیں ہے۔ ان کا اپنا دعویٰ یہ ہے۔ "بنی اسرائیل کا ہر ایک نبی صاحبِ کتاب تھا۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کے بعد پے درپے انبیاء آئے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب و قفّینا من بعدہٖ بالرسل (۲/۸۷) اسلئے بنی اسرائیل کے لئے پے در پے کتابیں نازل ہوئیں"۔ اسی سلسلہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"بنی اسرائیل کے انبیاء ایک مخصوص قوم اور ایک خطۂ زمین سے تعلق رکھتے تھے۔ قومیں اپنے آباء واجداد کے باقیاتِ صالحات کو تبرک سمجھ کر ان کی مقدور بھر حفاظت کرتی ہیں، یہی صورت اس قوم کی تھی۔ بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں کی تعلیم اور ان کے صحیفوں کو گرانبہا قومی وراثت سمجھا اور ان کتب کو ایک مجموعہ کی صورت دیتے رہے۔ اس مجموعۂ کتب کا نام تورات ہوا"

گویا فاضل مضمون نگار نے تورات کے متعلق دو نظریے پیش کئے ہیں۔ ایک نظریہ تو جمہور مسلمانوں اور محققینِ اُمت کا ہے یعنی یہ کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ دوسرا نظریہ بطور ایجاد بندہ انہوں نے یہ پیش کیا ہے کہ تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ تورات ان تمام صحیفوں کے مجموعہ کا نام ہے جو انبیاء بنی اسرائیل پر وقتاً بعد وقت نازل ہوئے۔

اس جگہ پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلوعِ اسلام والوں کو اس نئے نظریے کے قائم کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی ایک آیت کی وجہ سے وہ اس غلط عقیدہ کی ایجاد پر مجبور ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں فرمایا

ہے۔ اِنّا انزلنا التوراۃ فیہا ھدًی ونور یحکم بہا النبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا والرّبانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔ کہ ہم نے تورات کو نازل کیا۔ اس میں نور و ہدایت تھی۔ اس کے مطابق وہ نبی فیصلہ کرتے تھے جو مطیع تھے۔ نیز ربانی علماء اور احبار بھی کیونکہ وہ کتاب الٰہی کے نگران مقرر کئے گئے تھے اور وہ اس کے گواہ تھے۔ ان کے یہ فیصلے یہودیوں کے لئے ہوتے تھے۔"

اِس آیت کریمہ میں تورات کو نازل کرنے کے بعد اسکے بعد کے آنے والے نبیوں، ربّانی لوگوں اور احبار کے لئے قانونِ شریعت قرار دیا گیا ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ تورات کے بعد ایسے انبیاء آتے رہے ہیں جن کی اپنی کوئی مستقل شریعت نہ ہوتی تھی بلکہ وہ موسوی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ پس ماننا پڑے گا کہ انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو نئی مستقل شریعت لاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سابق مستقل شریعت پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ واضح عقیدہ منکرین سُنّت کو منظور نہیں ہے وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ کوئی نبی بغیر نئی شریعت کے آسکتا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ تاریخی اور واقعاتی طور پر غلط ہونے کے علاوہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا نص کے بھی صریح خلاف ہے۔ اسلئے جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

طلوعِ اسلام والوں نے قرآنی عقیدہ کو بدل کر ایک نیا عقیدہ ایجاد کرنیکی سعی ناکام کی ہے۔ حالانکہ قرآنی عقائدِ صحیحہ کو جاننے کا یہ طریق نہیں ہے کہ انسان اپنے دل میں ایک عقیدہ قائم کرکے آیاتِ قرآنیہ کو ڈھالے بلکہ:-

"قرآن کے سمجھنے کا صحیح اور محفوظ طریقہ یہی ہے کہ خارجی اثرات کو الگ رکھ کر قرآن کو خود قرآن ہی سے سمجھا جائے۔"

(طلوعِ اسلام ۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفّینا من بعدہ بالرسل۔ کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد بہت سے رسولوں کو اس کا پیرو بنایا۔ اِس آیت میں الکتاب سے مراد بالاتفاق تورات ہے۔

علامہ ابو حیّان الاندلسی لکھتے ہیں: "والکتاب ھُنا التوراۃ فی قول الجمھور والالف واللام فیہ للعھد اذ قُرِنَ بموسٰی" (البحر المحیط جلد اوّل ص۲۹۵)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اِس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے: "البتہ ہم نے موسے کو کتاب (توراۃ) عنایت فرمائی۔" (ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں قولِ فیصل کے طور پر تحریر فرمایا ہے:-

"اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبیٔ مرسَل تھے اور ان کی تورات بنی اسرائیل کی تعلیم کیلئے کامل تھی۔ اور جس طرح قرآن کریم میں آیت الیوم اکملتُ لکم ہے اسی طرح تورات میں بھی آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک کامل جلالی کتاب دی گئی ہے جس کا نام توریت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی توریت کی یہی تعریف ہے

لیکن باوجود اس کے بعد توریت کے
صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے
کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی
بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے
تھے کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ
تعلیم و تربیت سے دُور پڑ گئے ہوں پھر
اُن کو توریت کے اصلی منشاء کی طرف
کھینچیں۔ اور جن کے دلوں میں کچھ شکوک
اور دہریت اور بے ایمانی ہو گئی ہو اُن کو
پھر زندہ ایمان بخشیں۔ چنانچہ اللہ جلشانہٗ
خود قرآن کریم میں فرماتا ہے ولقد آتینا
موسی الکتب وقفینا من بعدہٖ
بالرسل۔ یعنی موسیٰؑ کو ہم نے توریت دی
اور پھر اس کتاب کے بعد ہم نے کئی پیغمبر
بھیجے۔ تا توراۃ کی تعلیم کی تائید اور
تصدیق کریں۔"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۳۲ بار دوم)

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آیت قرآنی ولقد
آتینا موسی الکتب میں الکتاب سے مراد توراۃ ہی
لی گئی ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ از روئے قرآن کریم توراۃ
موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا ہی نام ہے۔
مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی توراۃ کا لفظ
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پانچ صحیفوں پر ہی اطلاق
کرتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے:۔

"Moses received the Torah from Sinai, and he deliverd it to Joshua and Joshua to the elders and the elders to the prophets, and the prophets to men of the great Synagogue." (VOL 3, P. 2730)

کہ سینا پہاڑ پر حضرت موسیٰؑ نے توراۃ حاصل کی اور
انہوں نے یشوع کو دی۔ یشوع نے قوم کے بڑے لوگوں
کے سپرد کی۔ انہوں نے نبیوں کو دی اور انہوں نے یہودی
کلیسیا کے لوگوں کے سپرد کی۔

جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

"Nevertheless, a distinction was made between the Torah, on the one hand, and the Prophets and the Hagiographa, on the other, for, while the study of the latter books would bring the same reward as would that of Torah (Lam, R. i. 13, iii. 10) the prophets and the Hagiographa were not of equal importence with the Torah."

(VoL, 3, P, 150)

عربی دائرۃ المعارف میں لکھا ہے: "التوراۃ یطلق

اسم التوراة على الخمسة الكتب الاولى من الكتاب المقدس عند المسيحيين ومعنى التوراة القانون باللغة العبرية ۔" (دائرة المعارف جلد ۶ صفحہ ۲۷۶۔ زیر لفظ "التوراة")

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ موجودہ بائیبل درحقیقت تین حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) موسیٰ علیہ السلام کے پانچ صحیفے جنہیں شریعت اور قانون (Law) بھی کہا جاتا ہے۔ اسی کا نام تورات ہے۔ چنانچہ الکتاب المقدس کی جو قاموس شائع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے :-

"خمسة اسفار موسیٰ هى الاسفار الخمسة الاولى فى العهد القديم و يُسمّى هذا القسم من الكتاب بسفر شريعة الرب بيد موسىٰ ... والتوراة" (قاموس الکتاب المقدس جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

یعنی بائیبل کی پہلی پانچ کتابوں یا موسیٰ کے پہلے پانچ صحیفوں کا نام شریعت الرب بھی ہے اور توراۃ بھی ہے۔

(۲) بائیبل کے صحیفوں میں دوسرا حصہ انبیاء کے اسفار ہیں جسے عبرانی میں نبیئیم کہتے ہیں۔

(۳) تیسرا حصہ بزرگوں کے سوانح اور حالات زندگی ہیں جسے اصطلاحاً "Hagiographa" کہتے ہیں۔

اس بیان سے عیاں ہے کہ توراۃ کا لفظ قدیم ایام سے انہی پانچ صحیفوں پر بولا جاتا رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے توراۃ کو صُحُفِ موسیٰ بھی کہا ہے اور الکتاب المبین بھی۔ اور خود لفظ توراۃ اپنے اندر قانون اور روشنی کا مفہوم رکھتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی شائع کردہ عبرانی بائیبل ہمارے سامنے ہے۔ اس میں "عہدِ قدیم" کو الگ الگ تین حصوں میں شائع کیا گیا ہے (۱) حضرت موسیٰ کے پانچ صحیفے ہیں۔ جنہیں توراۃ کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ (۲) دوسرا حصہ جس میں چھ کتابیں شامل ہیں یعنی یشوع، قاضیوں، سموئیل ۱، سموئیل ۲، سلاطین ۱، سلاطین ۲۔ انہیں نبیئیم کے نیچے شائع کیا گیا ہے۔ (۳) تیسرا حصہ جو صُحف کے نام سے شامل کتاب ہے اس میں باقی صحیفے شامل ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے انجیل میں بھی اس امر کی صراحت کی ہے کہ یہودیوں کے پاس دو چیزیں موجود تھیں۔ ایک توریت اور دوسرے انبیاء کے صحیفے۔ مندرجہ ذیل پانچ حوالجات اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں یہ امتیاز موجود تھا کہ توراۃ ایک علیحدہ کتاب ہے اور نبیوں کے صحیفے الگ ہیں۔ بے شک عام انبیاء میں حضرت موسیٰ بھی شامل ہیں لیکن چونکہ وہ ایک مستقل شریعت لائے تھے جس کا نام توریت ہے اسلئے توریت کا علیحدہ اور مستقل ذکر انجیل میں پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(۱) "سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی۔" (متی $\frac{11}{13}$)

(۲) "تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں" (متی $\frac{12}{5}$)

(۳) "پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔ کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔" (متی $\frac{7}{12}$)

(۴) یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی

کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توراۃ سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔" (متی ۵/۱۷-۱۸)

(۵) "خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔" (متی ۲۲/۳۸-۴۰)

پس جس طرح یہودیوں کے مسلمات توراۃ کو موسیٰؑ کی کتاب ثابت کر رہے ہیں اسی طرح حضرت مسیحؑ نے اناجیل میں تصریح فرمائی ہے کہ انبیاء کے صحیفے الگ چیز ہیں اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت (توراۃ) الگ۔

توراۃ کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات کو بطور قانون لکھ کر اپنی قوم کے سرداروں اور بزرگوں کے سپرد کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"موسیٰ نے اس شریعت کو لکھا۔ اور بنی لاوی کاہنوں کے جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے۔ اور اسرائیل کے سارے بزرگوں کے حوالے کیا۔" (استثناء ۳۱/۹)

پس موسوی شریعت یعنی توراۃ بنی اسرائیل کی قانون کی کتاب تھی اور موسیٰ کے بعد فقیہی اور فریسی موسیٰؑ کی اس گدی پر بیٹھے تھے۔ ان کے متعلق ہی حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے فرمایا:-

"فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن اُن کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔"

(متی ۲۳/۲-۳)

انہی فقیہوں اور فریسیوں کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا۔ مثل الذین حُمّلوا التورٰیۃ ثمّ لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً (سورۂ جمعہ) کہ ان لوگوں کو حامل تورات بنایا گیا تھا مگر انہوں نے اپنے فرض کو ادا نہ کیا۔ پس ظاہر ہے کہ استثناء میں جس موسوی شریعت کا ذکر ہے اور متی کی انجیل میں جس موسوی گدی کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ جمعہ میں اسی کا نام توراۃ قرار دیا گیا ہے۔ پس واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ تورات موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا ہی دوسرا نام ہے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰؑ قرار دیا ہے۔ فرمایا اِنّا اَرسلنا الیکم رسُولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ۵ (المزمل ع۱)۔ کہ آنحضرتؐ تمہاری طرف اُسی طرح رسول بن کر آئے ہیں جس طرح فرعون کی طرف ہم نے رسول (موسیٰؑ کو) بھیجا تھا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وشھد شاھدٌ مِن بنی اسرائیل علیٰ مثلہٖ (الاحقاف) کہ آنحضرتؐ کی صداقت پر آپؐ کے بنی اسرائیلی مثیل یعنی حضرت موسیٰؑ نے شہادت دی ہے۔ ایک تیسرے موقع پر فرمایا افمن کان علیٰ بیّنۃٍ من ربّہٖ ویتلوہ شاھدٌ منہ ومن قبلہٖ کتابُ موسیٰ اماماً ورحمۃً (سورۂ ہود) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بیّنات رکھتے

ہیں اور مستقبل میں آپ کی سچائی پر ایک عظیم الشان گواہ قائم ہوگا اور ماضی میں حضرت موسیٰؑ کی کتاب بطور امام اور رحمت شاہد ہے۔ ایک چوتھے موقع پر فرمایا ولقد اٰتینا بنی اسرآئیل الکتٰب والحکم والنّبوّة ورزقنٰھم من الطیّبٰت فضّلنٰھم علی العٰلمین ...... ثمّ جعلنٰک علیٰ شریعةٍ من الامر فاتّبعھا ولا تتّبع اھوآء الّذین لا یعلمون ○ (جاثیہ ۱۶ - ۱۸) اس جگہ اللہ تعالیٰ نے دو سلسلوں کا ذکر کیا ہے اور دو شریعتوں کا بیان فرمایا ہے۔ ایک وہ شریعت جو بنی اسرائیل کو دی گئی۔ اور دوسری وہ شریعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ گویا موسوی شریعت اور محمدی شریعت ہی بطور قانون نازل ہوئی ہیں۔ پہلی شریعت بنی اسرائیل کے لئے تھی اور دوسری شریعت عالمگیر اور سب لوگوں کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض اور مقامات پر قرآن سے پہلے کتاب موسیٰؑ کے نزول کا ہی ذکر ہے۔ جیسے فرمایا قالوا یٰقومنا انّا سمعنا کتابًا اُنزل من بعد موسیٰ (الاحقاف: ۳۰) کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔ دوسری جگہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن قبلہٖ کتابُ موسیٰ امامًا ورحمةً۔ کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب امام اور رحمت تھی۔

پس قرآنی اسلوب بیان سے بھی ظاہر ہے کہ شریعتیں دو ہی آئی ہیں اور خود موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی کی تھی کہ میری مانند جو نبی بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے آئے گا وہ میری مانند صاحب شریعت ہوگا۔ (ملاحظہ ہو استثناء ۱۵/۱۸ و ۳۳/۱-۲)

اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو الکتاب دی۔ چنانچہ سورۃ الجاثیہ میں بھی ارشاد ہے۔ ولقد اٰتینا بنی اسرآئیل الکتٰب والحکم والنّبوّة۔ کہ ہم نے بنی اسرائیل کو الکتاب دی۔ پھر اللہ تعالیٰ سورۃ المومنون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ذکر میں فرماتا ہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب لعلّھم یھتدون (آیت ۴۹) کہ ہم نے موسیٰؑ کو الکتاب دی تا بنی اسرائیل اس سے ہدایت پائیں۔ یہ الکتاب جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو دی گئی وہی کتاب ہے جسے سورہ مائدہ میں التوراة قرار دیا گیا ہے۔ جس کے متعلق فرمایا انّا انزلنا التوراة فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا (آیت ۴۴) کہ ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ یہود کے لئے اسی تورات کے ذریعہ اس کے متبع نبی فیصلہ کیا کرتے تھے۔

ان تینوں آیات کو ملانے سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو کتاب دینے سے مراد یہ نہ تھی کہ ان پر براہ راست شریعت نازل ہوئی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ سے الکتاب یعنی قانون شریعت (تورات) موسیٰؑ پر نازل کی اور اسے بنی اسرائیل کیلئے لمبے عرصہ تک موجب ہدایت و نور بنایا اور بعد میں آنے والے انبیاء کو اس بات کا مکلف کیا گیا کہ وہ اسی تورات کے مطابق فیصلے فرماتے رہیں۔ پس تورات موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی کتاب ہی کا نام ہے۔ اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی کسی قسم کا اشارہ موجود نہیں کہ تورات انبیاء کے صحیفوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ خیال محض قرآنی استدلال سے بچنے کی خاطر غلط طور پر ایجاد کیا جا رہا ہے۔

اب ہم قرآن مجید کی وہ تمام آیات یکجا طور پر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے تورات کا صریح طور پر ذکر فرمایا ہے۔

(۱) یا اھلَ الکتٰب لِمَ تُحَآجُّون فی ابراھیم وما اُنزلت التوریٰۃ والانجیل الّا من بعدہٖ افلا تعقلون۔ (آل عمران: ۶۵)

"اے اہل کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ابراہیمؑ کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"

(۲) کلّ الطعام کان حِلًّا لبنی اسرائیل الّا ما حرّم اسرائیل علیٰ نفسہٖ من قبل ان تنزّل التوریٰۃ قل فأتوا بالتوریٰۃ فاتلوھا ان کنتم صٰدقین۔ (آل عمران: ۹۳)

"بنی اسرائیل کے لئے تورات کے نازل ہونے سے پہلے تمام کھانے (جو اسلام میں جائز ہیں۔) حلال تھے۔ سوائے اس کے جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے خود اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا۔ ان سے کہدو کہ تم تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔"

(۳) وکیف یحکّمونک وعندھم التوریٰۃ فیھا حُکمُ اللہ ثمّ یتولّون من بعد ذٰلک وما اولٰئک بالمؤمنین۔ (المائدہ: ۴۳)

"وہ کب تجھ کو حَکَم مانیں گے حالانکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے۔ اس کے اندر خدائی قانون کے ہونے کے وہ قائل ہیں لیکن بایں ہمہ وہ تورات سے پیٹھ پھیر رہے ہیں۔ اور در حقیقت وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔"

(۴) اِنّا انزلنا التوریٰۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا والرّبّانیّون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔ (المائدہ ۴۴)

"ہم نے توراۃ کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور موجود ہے۔ جس کے مطابق ماتحت انبیاء یہود کے لئے فیصلہ کرتے تھے۔ نیز احبار اور ربانی لوگ بھی۔ کیونکہ وہ کتاب الٰہی کے نگران مقرر کئے گئے تھے اور اس کے گواہ تھے۔"

(۵) وقفّینا علیٰ آثارھم بعیسی ابن مریم مصدّقًا لما بین یدیہ من التوریٰۃ.... وھدًی وموعظۃ للمتّقین۔ (المائدہ: ۴۶)

"ان انبیاء کے بعد انہی کے نشانات پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔ وہ اپنے سے سابق شریعت توراۃ کے مصدق تھے۔ ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور نور تھا۔ وہ انجیل بھی تورات کی مصدق تھی اور ہدایت اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔"

(۶) ومصدّقًا لما بین یدیّ من التوریٰۃ (آل عمران: ۵۰)

"حضرت مسیحؑ نے کہا کہ میں اپنے سے پہلی شریعت توراۃ کا مصدق ہو کر آیا ہوں۔"

(۷) واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنیٓ اسرائیل انّی رسول اللہ الیکم مصدّقًا لما بین یدیّ من التوریٰۃ ومبشّرًا برسولٍ یأتی من بعدی اسمہٗ احمد۔ (الصف: ۶)

"یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔ میں تورات کا جو مجھ سے پہلے ہے مصدق ہوں اور اپنے بعد آنے والے احمد نامی عظیم الشان رسولؐ کا مبشر ہوں۔"

(۸) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (اعراف : ۱۵۷)
"اللہ کی رحمت کے وہ لوگ مستحق ہیں جو اس رسول، کامل نبی اور اُمّی پیغمبر کی اتباع کرتے ہیں۔ جس کا ذکر اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ پیغمبر انہیں معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے۔"

(۹) اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ۔ (التوبہ : ۱۱۱)
"اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں ان کے مال اس شرط کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ وہ انہیں جنت دیگا۔ یہ مومن اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، دشمنانِ حق کو مارتے بھی ہیں اور خود بھی شہید کئے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں مذکور ہے۔"

(۱۰) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ۔ (الفتح : ۲۹)
"حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بوجھل ہیں لیکن آپس میں بہت نرمی کرنے والے ہیں۔ تو انہیں رکوع اور سجود کرنے والا پائے گا۔ وہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ انکی اطاعت گذاری کا اثر ان کے چہروں کی حالت سے ظاہر ہے۔ توراۃ میں ان لوگوں کی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔"

(۱۱) نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ (آل عمران : ۳)
"اللہ تعالےٰ نے تجھ پر حق کے ساتھ کامل کتاب نازل کی ہے جو پہلی تمام کتابوں کی مصدق ہے اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا۔"

(۱۲) وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ۔ (المائدہ : ۶۶)
"کاش یہ اہل کتاب توراۃ، انجیل اور اس کامل کتاب (قرآن مجید) کو قائم کرتے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔"

(۱۳) قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ (المائدہ : ۶۸)
"اے اہل کتاب تم درحقیقت کسی بنیاد پر نہیں ہو جبتک توراۃ اور انجیل اور اس شریعت کو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے پوری طرح قائم نہ کرلو۔"

(۱۴) یُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ (آل عمران : ۴۸)
"اللہ تعالیٰ اس فرزند (مسیح) کو الکتاب اور الحکمت سکھائیگا اور التوراۃ اور الانجیل کی تعلیم دیگا۔"

(۱۵) وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ (المائدہ : ۱۱۰)
"اے مسیح! اسوقت کو یاد کر جب میں نے تجھے الکتاب

اور حکمت سکھائی یعنی التوراۃ اور انجیل کی تعلیم دی۔

(۱۶) مثل الذین حُمّلوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً (الجمعۃ: ۵)

ان لوگوں (یعنی یہودیوں) کی مثال جنہیں توراۃ کا حامل ٹھہرایا گیا مگر انہوں نے اسے صحیح طور پر نہ اٹھایا یعنی اسکے مطابق عمل نہ کیا ایسے گدھوں کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتے ہیں۔"

ناظرین کرام! یہ وہ سولہ آیاتِ قرآنیہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً تورات کا نام لیکر اس کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات پر ایک سرسری نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ تورات ایک معروف اور معین کتاب دنیا میں موجود تھی۔ یہودی بھی جانتے تھے کہ تورات کونسی کتاب ہے عیسائی بھی جانتے تھے کہ تورات کونسی کتاب ہے اور مسلمانوں کو بھی علم تھا کہ تورات کس کتاب کو کہتے ہیں۔ اور یہ امر طلوع اسلام کو بھی مسلّم ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مسلمان یہی مانتے چلے آئے ہیں کہ تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کا نام ہے۔ چنانچہ طلوع اسلام نے لکھا ہے:۔

"مفسرین اور شارحین جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی اور اس کے بعد آنے والے نبی اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے" الخ

اس سے ظاہر ہے کہ طلوع اسلام کی اپچ سے پہلے اہل کتاب اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ تورات صحفِ موسیٰ کا نام ہے۔ تورات ہی وہ کتاب ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی اور جس کا ذکر قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی الکتاب کے لفظ میں کیا گیا ہے۔ پس قرآن مجید کی آیات اس بارہ میں نہایت واضح ہیں کہ تورات موسیٰؑ پر نازل ہونیوالی کتاب کا ہی نام ہے۔

اس جگہ یہ امر خاص توجہ کے قابل ہے۔ کہ اگر قرآن مجید کے نزدیک تورات صحفِ موسیٰؑ کا نام نہ ہوتا جیسا کہ عام اہل کتاب کا خیال تھا اور جیسا کہ آج تک مفسرین اور شارحین سمجھتے آئے ہیں۔ بلکہ اس کے نزدیک تورات انبیاء بنی اسرائیل کی کتابوں کے مجموعے کا نام ہوتا تو قرآن مجید اپنے دستور کے مطابق پرانے خیال کی تردید کرکے واضح طور پر اپنے نئے نظریہ کو پیش کرتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور خود طلوع اسلام کو مسلّم ہے کہ قرآن مجید نے کہیں اس امر کی تصریح نہیں کی کہ تورات انبیاء بنی اسرائیل کی کتابوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ لفظ التوراۃ کا استعمال قرآن مجید میں صرف صحفِ موسیٰؑ کے لئے ہوا ہے اور یہی اصطلاح قدیم ایام سے اہل کتاب میں مروّج تھی۔ آج اپنے غلط عقیدے کی حمایت کی خاطر آیاتِ قرآنی کو تبدیل کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ہم مضمون کے شروع میں لکھ آئے ہیں کہ طلوع اسلام کے لئے اس جدت طرازی کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقائد کی بنیاد قرآنی نصوص صریحہ پر رکھنے کی بجائے اپنے خیالات پر رکھتا ہے۔ اور ان ایجاد کردہ عقائد کی تائید میں آیاتِ قرآنی میں حسب مرضی تبدیلی اور تحریف کر لیتا ہے۔ تورات کو موسیٰؑ کی کتاب نہ ماننا اور انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفوں کے مجموعے کا نام تورات قرار دینا اس کی ایک کھلی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں فرمایا ہے۔ اِنّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار

بما استحفظوا من کتاب اللّٰہ وکانوا علیہ شھداء۔ اس آیت کے متعلق طلوعِ اسلام لکھتا ہے :-

"چونکہ عام خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی تھی اسلئے اس آیت کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی آئے ان کو حکم تھا کہ وہ تورات کی پیروی کریں اور اسی کے مطابق حکم دیں۔ یعنی وہ نبی موسوی شریعت کے تابع تھے۔ وہ تابع نبی تھے خود اہلِ کتاب نہ تھے۔"

مفسرین کے اس استدلال پر طلوعِ اسلام کو یہ اعتراض ہے کہ اس سے نبیوں میں تشریعی اور غیر تشریعی کا فرق پیدا ہو جاتا ہے اور یہ غلط عقیدہ ہے۔ ایسا ہی وحی اور کتابوں میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر یہ فرق قرآن مجید کی آیت کی رو سے پیدا ہوتا ہے تو اسے غلط عقیدہ قرار دینا کس قدر ستم ظریفی ہے۔

آیت میں سیاق و سباق کی رو سے تورات کی ان برکات کا ذکر کیا گیا ہے جو روحانی لوگوں انبیاءؑ ربانی اور احبار کے ذریعہ سے یہود کو حاصل ہوتی تھیں۔ پھر اس آیت میں ان انبیاء اور ربانی اور احبار لوگوں کے فرائض بما استحفظوا من کتاب اللّٰہ وکانوا علیہ شھداء کہکر بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی انہیں کتاب الٰہی تورات کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے احکام کی تنفیذ ان کے ذمہ تھی۔ اس کو عملی طور پر اختیار کر کے نمونہ بننا ان لوگوں کی ذمہ داری تھی۔

اس آیت میں متنازعہ فیہ امر یعنی نبیوں کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کے بارہ میں تحکم یحکم بھا النبیون الذین اسلموا میں صاف فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ نبی کوئی نئی شریعت لانے والے نہ تھے۔ ان پر کوئی نیا قانون نازل نہ ہوتا تھا بلکہ وہ تورات کے قانون کے مطابق ہی فیصلے کرتے تھے۔ اور اس بارے میں باقی ربانی اور احبار لوگ بھی ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ کیونکہ آیت میں یحکم کا فاعل ان تینوں گروہوں کو قرار دیا گیا ہے۔ اور اگلے حصہ بما استحفظوا من کتاب اللّٰہ وکانوا علیہ شھداء میں واضح طور پر ان سب کے تابعِ تورات ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ گویا بتایا گیا ہے کہ وہ نبی اور ربانی اور احبار لوگ چونکہ کتاب الٰہی (تورات) کے محافظ مقرر کئے گئے تھے اور انکی ذمہ داری تھی کہ تورات کے گواہ بنیں اور اسے عملی طور پر نافذ کریں۔ پس آیت اس بارہ میں نصِ صریح ہے کہ تورات کے بعد آنے والے انبیاء تورات کے تابع تھے اور اس وجہ سے وہ یقیناً غیر تشریعی نبی تھے یعنی وہ کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نہ لاتے تھے۔ ہاں یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے پاس کوئی شریعت اور کتاب نہ تھی۔ کیونکہ تورات یعنی صحفِ موسیٰؑ ہی ان کی شریعت اور ان کی کتاب تھی۔ ہمارے نزدیک کوئی نبی بغیر کتاب اور بغیر شریعت کے نہیں ہوتا خواہ وہ نئی شریعت لائے یا سابقہ شریعت کو اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق نئے رنگ اور نئے انداز میں پیش کرے۔

طلوعِ اسلام کے مضمون میں آیت قرآنی انزل معھم الکتٰب سے یہ غلط استدلال کیا گیا ہے کہ ہر نبی کے ساتھ نئی کتاب آتی ہے۔ بے شک ہر نبی کے ساتھ کتاب آتی ہے خواہ وہ نئی کتاب ہو خواہ وہ

سابقہ کتاب کا نیا انزال ہو جو انسانی ذہنوں سے نسیاً منسیاً ہو چکا ہو۔

پس یہ کہنا تو درست ہے کہ کوئی نبی بغیر کتاب کے نہیں ہوتا۔ اس کے پاس کوئی نہ کوئی آسمانی کتاب ضرور ہوتی ہے۔ مگر یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ ہر نبی نئی کتاب لاتا ہے اور نئی شریعت قائم کرنا اس کا مقصد ہوتا ہے جس سے پہلے نبی کی کتاب منسوخ ہو جائے اور جس سے پہلی شریعت پر خطِ نسخ کھینچ دیا جائے طلوعِ اسلام کا اگر یہ خیال ہے کہ ہر نبی نئی کتاب اور نئی ناسخ شریعت لاتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ خیال غیر قرآنی ہے۔ قرآنی نصوص کے خلاف ہے اور واقعاتی طور پر بھی سراسر غلط ہے۔ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ بعض دفعہ ایک ایک قوم میں ایک ایک وقت میں دو دو تین تین نبی آتے رہے ہیں تو کیا ان میں سے ہر نبی نئی کتاب اور نئی شریعت لایا کرتا تھا۔ کیا طلوعِ اسلام والے اس امر پر غور نہ کریں گے کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ کیا ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ شریعت اور علیحدہ علیحدہ کتاب تھی؟ ایسا ہی اور بہت سے انبیاء دوسرے نبی کی موجودگی میں مبعوث ہوئے ہیں مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر نبی دوسرے نبی کی شریعت کو منسوخ کرنے کے لئے اور اس کی کتاب کی بجائے اپنی کتاب کو قائم کرنے کے لئے مامور ہوتا تھا۔

طلوعِ اسلام نے لکھا ہے کہ "ایک قادیانی مجلہ" (مراد الفرقان) نے لکھا ہے:۔

> "النبیّون الّذین اسلموا کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ وہ تورات کے تابع نبی تھے ورنہ الذین اسلموا کا ذکر بالکل بے ضرورت نظر آتا ہے کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں ہو سکتا جو فرمانبردار نہ ہو"

ہمارے اس استدلال کے جواب میں طلوعِ اسلام اسے "صاحبِ غرض دیوانہ" کا انداز قرار دیتا ہے۔ طلوعِ اسلام نے لکھا ہے کہ:۔

> "صدر انجمن احمدیہ قادیان کے شائع کردہ انگریزی ترجمہ میں الّذین اسلموا کا ترجمہ *Prophets who were obedient to us* درج ہے۔ نیز قرآن میں تو بار بار انبیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونے کی صفت آئی ہے۔ فلمّا اسلما۔ اسلمتُ۔ انا اوّل المسلمین"

طلوعِ اسلام کے اس اشکال کے جواب میں عرض ہے کہ ہم نے یہ کب کہا ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار نہیں ہوتے۔ پھر ہم نے یہ کب کہا ہے کہ انبیاء کے فرمانبردار ہونے کی صفت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ جب تورات کے مطابق نبیوں کے فیصلہ کرنے کا ذکر ہو رہا ہے وہاں پر الّذین اسلموا لانے کا مدعا یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کے فرمانبردار تھے جو اس نے تورات میں نازل کئے ہیں۔ گویا یہاں پر انبیاء کے تابعِ تورات ہونے پر زور دینا مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مفہوم *obedient to us* کے منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔ طلوعِ اسلام کو کون سمجھائے کہ تورات کی پیروی کرنے والے نبی اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے والے نبی یہ سب کچھ خدا ہی کی فرمانبرداری میں کرتے تھے۔

ہم اب اصل مضمون کی طرف عود کر کے مختصر طور پر بطور خلاصہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک

ہر نبی نئی شریعت اور نیا قانون نہیں لاتا۔ بلکہ انبیاء دو طور پر مبعوث ہوتے ہیں۔ اوّل جب سابقہ شریعت محرف ہو چکی ہو یا زمانہ کی ضروریات کیلئے اس میں تعلیم موجود نہ ہو تو نئی شریعت والا نبی مبعوث ہوتا ہے۔ دوم جبکہ شریعت تو موجود ہو اور اس میں تحریف و تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو۔ اور ضروریاتِ انسانی کے لئے اس میں تعلیم بھی موجود ہو۔ تو آنے والا نبی نئی اور ناسخ شریعت لے کر نہیں آتا۔ بلکہ اسی سابقہ شریعت کو قائم کرنا اور جاری کرنا اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ ہاں اس شریعت کا حقیقی فہم اللہ تعالےٰ کی وحی کے مطابق اس نبی کو دیا جاتا ہے۔ اوّل الذکر انبیاء اصطلاحاً صاحبِ شریعت نبی کہلاتے ہیں اور مؤخر الذکر انبیاء غیر تشریعی نبی کہلاتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ آیاتِ قرآنیہ اور واقعات کی رو سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ طلوعِ اسلام کا یہ عذر کہ تورات حضرت موسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب نہیں پرکاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتا جس پر ہم سطورِ بالا میں تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں۔

بالآخر ہم اپنے اس خیال کا اعادہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحیح عقائد کے لئے قرآن معیار ہے ہماری اپنی آراء اور خواہشیں معیار نہیں ہیں طلوعِ اسلام والوں کو چاہیئے کہ اپنے عقائد اور خیالات میں قرآنی آیات کی روشنی میں تبدیلی پیدا کریں نہ یہ کہ اپنے خیالات کی خاطر آیاتِ قرآنی کو تبدیل کر دیں۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اہلِ بہاء کے تبلیغی انداز!

رسالہ الفرقان اپریل ۵۵ء میں ایک بہائی کے تین سوالات دربارہ آیت میثاق النبیین، آیت لکلِ اجلٍ کتاب اور قیامت کبریٰ کا ایک مفصل جواب شائع ہوا ہے۔ سوالات کے جوابات کی غرض احقاقِ حق ہوتی ہے۔ عبث طور پر ایک سلسلۂ طولانی جاری کرنا ہرگز مدنظر نہیں ہوتا مگر افسوس ہے کہ اہلِ بہاء اپنے پروپیگنڈا کے لئے انہی باتوں کو دہراتے رہنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ وہ اس امر پر بہت کم دھیان دیتے ہیں کہ ہمارے مجیب نے ہماری بات کا کیا جواب دیا ہے۔ بلکہ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر اسی قسم کے سوالات دہرا دیتے ہیں۔

بہائی سائل کی طرف سے ہمارے جوابات پر ایک طویل مقالہ بطور "تنقید" موصول ہوا ہے۔ یہ مقالہ غیر مطبوعہ ہے۔ بہتر ہوتا کہ بہائی صاحب اپنی "تنقید" طبع کرا کے شائع کرتے تا دوسرے اہلِ علم کو بھی اندازہ کرنے کا موقع ملتا۔ تاہم ہمارا ارادہ ہے کہ آخر اگست تک ان کے مقالہ کا جواب انہیں پہنچا دیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ قابلِ ذکر ہے۔ اسی بہائی سائل سے ہمارے ایک محترم دوست نے جناب بہاء اللہ کی کوئی تصنیف برائے مطالعہ طلب کی تو اوّل تو انہوں نے بہاء اللہ کی کتاب دینے کی بجائے اپنے مبلغ ابو الفضل کی کتاب دینے کا وعدہ کیا مگر شام کو ٹیلیفون پر کہہ دیا کہ دوسرے بہائیوں نے مجھے آپ کو مطالعہ کیلئے موعودہ کتاب دینے سے بھی منع کر دیا ہے کیونکہ ہمارے مقالہ کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ کوئی بتلائے کہ آیا یہ انداز دینِ حق کی تبلیغ کرنیوالی جماعت کے ہوتے ہیں؟ اپنے مؤسس کی تصنیفات دینے سے پہلو تہی اس کی مؤلفہ شریعت کا مستقل انتفاء اور پھر اپنے مبلغ کی کتاب دینے سے بھی احتراز۔ کیا یہ اطوار اہلِ بہاء کے اہلِ باطل ہونے پر دلیل نہیں؟

پاکستان میں عورتوں کے حقوق

(جناب چودھری ابو البشر صاحب وکیل کے قلم سے)

آل پاکستان ووٹن ایسوسی ایشن کی بلوچستان شاخ نے اپنی میٹنگ منعقدہ ۵۵ء میں بدیں مضمون ریزولیوشن پاس کیا کہ پاکستان میں ازدواجی مقدمات کے فیصلوں کیلئے ایک علیحدہ عدالت مقرر ہونی چاہیئے اور ازدواج ثانی کی ممانعت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے اور کثرت ازدواج کی ضرورت نہیں ہے۔ مطلقہ عورتوں کو تاحیات گزارہ ملنا چاہیئے۔ اور ان کے بچوں کو بھی گزارہ تا بلوغ ملنا چاہیئے۔ انسانی حقوق کے ریزولیوشن پاس کردہ اقوام متحدہ کے مطابق عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں۔

جو لوگ عرصہ دراز تک عدالتوں میں بطور وکیل پریکٹس کرتے رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تمام عدالتیں جہاں تک قانون اجازت دیتا ہے ہر معاملہ میں عورتوں کی حمایت کرتی رہی ہیں اور صنف نازک کے حق میں اسقدر نرم قاعدہ بنا دیا ہے کہ عورتوں کو بجائے شکایت کے مشکور کے جذبات کا اظہار کرنا چاہیئے۔ علیحدہ عدالتوں کے تقرر کا مطالبہ بے فائدہ اور مبنی برنا واقفیت ہے۔

پاکستان میں جس قدر حقوق عورت کو دیئے گئے ہیں کسی مہذب سے مہذب ملک میں بھی نہیں دیئے گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارباب حکومت نے سیاسی معاملات میں عورت اور مرد میں کوئی تمیز نہیں رکھی۔

دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی ملک اور کسی قوم میں جو مذہبی شریعت کی حامل ہے ایک ہی عورت کے نکاح میں لانے کی پابندی نہیں ہے۔

ہندوستان کے مشہور راجہ دسرت کی کئی رانیاں تھیں۔ جن میں سے تین یعنی کوشلیا، کیکئی اور سمترا سے چار بیٹے رام، بھرت، سترگن اور لچھمن پیدا ہوئے۔ یعنی کوشلیا کے بطن سے رام، کیکئی کے بطن سے بھرت اور سمترا کے بطن سے سترگن اور لچھمن توام پیدا ہوئے۔ یہی رام اور لچھمن ہیں جو مشہور کتاب رامائن کے ہیرو اور ہندوؤں میں مقدس بزرگ مانے جاتے ہیں۔

ایران کے مشہور بادشاہ فریدون کی جس کو پارسی پیغمبر مانتے ہیں دو بیویاں تھیں۔ ایک کے بطن سے سلم اور تور اور دوسری کے بطن سے ایرج پیدا ہوا۔ یہ تینوں شاہنامہ فردوسی کے ہیرو ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں اسوۂ حسنہ مانے جاتے ہیں دو بیویاں تھیں اور دونوں کے بیٹے بھی تھے۔ تیسری بیوی کا ذکر بھی بائیبل میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت یعقوبؑ کی جو حضرت ابراہیم کے پوتے تھے دو بیویاں تھیں۔ ایک کے بطن سے گیارہ بیٹے اور دوسری کے بطن سے دو بیٹے حضرت یوسفؑ اور بن یامین تھے۔

حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں جو یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کی شریعت ہے ایک سے زیادہ عورتوں کو عقد نکاح میں لانا ممنوع نہیں قرار دیا گیا۔ حضرت مسیح ناصری کا قول انجیل میں درج ہے کہ یہ مت خیال کرو کہ میں توریت کو منسوخ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے کے لئے

آیا ہوں۔

اگرچہ عیسائیوں نے موجودہ زمانہ میں خلاف شریعت خود یہ قانون نافذ کر دیا ہے کہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت کو حبالۂ نکاح میں لانا جرم ہے۔ لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ در پردہ وہ اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں جس کا نتیجہ بدظنی اور بالآخر گھر کی بربادی ہوتا ہے۔

کئی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ مرد جو تقاضائے نسل کا خواہشمند ہو نکاح ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مثلاً عورت کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ میاں بیوی کا اختلاط ناممکن ہو جاتا ہے اور توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسی ضرورتوں میں اسلام نے نکاح ثانی جائز قرار دیا ہے۔ نکاح ثانی فرض نہیں حالات کے تقاضا کے مطابق مرد کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر عورتیں چاہیں تو وہ بوقت نکاح ایسی شرائط مرد سے لکھوا سکتی ہیں کہ فلاں فلاں واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر جن میں سے ایک نکاح ثانی بھی ہے ان کو خود اپنے آپ کو طلاق دینے اور ہمیشہ کے لئے آزاد ہونے کا حق حاصل ہوگا۔ اس قسم کی شرائط کی خلاف ورزی پر موجودہ قانون کے مطابق عدالتوں کو نکاح توڑنے کا اختیار ہے۔ (دیکھو آل انڈیا رپورٹر ۱۹۲۶ء کلکتہ صفحہ ۲۳۲ و ۱۹۳۶ء لاہور صفحہ ۷۱۶ و انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۴ صفحہ ۴۴)

عورتوں کا یہ ادعا کہ مرد عورتوں سے زیادہ یا برابر ہیں اسلئے ازدواج ثانی کی قانوناً ممانعت ہونی چاہیئے' حقائق مثبتہ کے خلاف ہے۔ دُنیا کی مردم شماری کی مستند رپورٹیں اس کی تردید کرتی ہیں۔ مرد سخت اور جان جوکھوں والے کام کرنے پر مجبور ہیں جس سے ان کے طبعی قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اسلئے وہ طبعی مدت العمر سے پہلے مر جاتے ہیں۔ حادثات کا شکار عموماً مرد ہی ہوتے ہیں جنگوں میں جو اکثر دُنیا میں ہوتی رہتی ہیں مرد ہی مارے جاتے ہیں۔ گزشتہ دو جنگ عظیم میں کروڑوں مرد لقمۂ اجل ہو گئے۔ اور آئندہ معلوم نہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دُنیا کی بڑی قومیں کتنے مَردوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گی۔

بحری جہاز کسی طوفانی حادثہ سے ڈوبنے لگتے ہیں تو بحری قانون کے مطابق عورتوں کو لائف بوٹوں کے ذریعہ سے بچایا جاتا ہے اور مرد ہی عموماً ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ ان حادثات اور واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا غلط ہے کہ عورتوں کی تعداد مَردوں سے زیادہ نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر عورتوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہوگی تو تعدد ازدواج کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ اس کیلئے قانون بنانے کا کیا سوال ہے۔

عورتوں کا یہ مطالبہ بھی بعید از قیاس و انصاف ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے ریزولیوشن کے مطابق مَردوں کے مساوی حقوق کی مستحق ہیں۔ حیوانات کو دیکھو قدرت نے مادہ کو نر کے برابر بلحاظ فطری جسمانی قویٰ کے نہیں رکھا۔ نر کو ہر لحاظ سے مادہ پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ مادہ اپنی نسل اور نوع کے قیام کیلئے نر کی نسبت زیادہ ساعی اور سرگرم نظر آتی ہے ....

انسانوں میں عورت کی آواز قدرۃً باریک ہے۔ وہ اپنی آواز کے اس قدرتی نقص کی وجہ سے اپنی تقریر سے وہ اثر پیدا نہیں کر سکتی جو ایک فصیح و بلیغ مرد سامعین پر پیدا کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے "وھو فی الخصام غیر مبین" (۴۳/۱۹) عورت کسی خصومت اور تنازعہ میں اپنے مقصد کو نمایاں نہیں کر سکتی۔

پھر عورتوں کا یہ مطالبہ ہے کہ ان کے نمائندے عورتوں میں سے قانون ساز اسمبلی میں لئے جائیں۔ لیکن جیسا کہ اوپر بحوالۂ قرآن ظاہر کیا گیا ہے عورت قدرۃً

مؤثر پیرایہ میں اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے نا قابل ہے اسلئے قانون ساز اسمبلی میں وہ کوئی مفید ملکی کام نہیں کر سکتی۔ جہاں ملک کے چیدہ سینکڑوں مقرر درکار ہیں جو بہترین قانون دان، تجربہ کار دیانتدار، علم و فضل میں یگانہ روزگار ہوں تا کہ غلط قانون بنا کر قوم کو شاہراہِ ترقی سے دور نہ ہٹا دیں۔ کئی عورتیں امتحان وکالت و بیرسٹری پاس کر کے تقسیم ہند سے پہلے کی بطور وکیل پریکٹس کر رہی ہیں۔ مگر کسی نے اس پیشہ میں مردوں کی طرح ناموری حاصل نہیں کی۔ بلکہ کسی اور مہذب اور ترقی یافتہ ملک میں بھی کوئی عورت باکمال وکیل نہیں دیکھی گئی۔ اور اس مقولہ کو صحیح ماننا پڑتا ہے کہ ع ہر بیچے را بہر کارے ساختند۔ کہ قدرت خداوندی نے ہر ایک شخص کو ایک خاص کام کیلئے پیدا کیا ہے۔

تعلیمیافتہ عورتوں کے لئے سکولوں کی ٹیچری، کالجوں کی پروفیسری، ڈاکٹری اور صنعت و حرفت کے اداروں کی کارپردازی زیادہ موزوں اور مفید ہے۔ ممبرانِ اسمبلی کیلئے فصاحت و بلاغت کے علاوہ قوتِ حافظہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت قوتِ حافظہ کے لحاظ سے مرد سے نصف ہے۔ خدا کی آخری اور لازوال کتاب قرآن نے اسکی تصدیق کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرٰى ($\frac{۲}{۲۸۲}$) کہ مردوں میں سے دو مرد بطور گواہ مقرر کیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونی چاہئیں تا کہ اگر ایک عورت بھول گئی ہو تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔ گواہ تم اپنے حسب پسند پیش کر سکتے ہو۔

وراثت کے معاملہ میں بھی عورت کو مرد کے حصہ کا نصف دلایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا "وللذكر مثل حظ الانثيين" ($\frac{۴}{۱۲}$) یعنی ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہونا چاہیئے"۔۔۔۔ بیشک بعض عورتیں دنیا میں تاج پوش ملکہ بنی رہی ہیں لیکن اربابِ حل و عقد اور وزراء مرد ہی رہے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی جو عورتیں ملکہ کے لقب سے ملقب ہیں انکو بھی سلطنت کے معاملات میں مستبدانہ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ جملہ کاروبارِ حکومت ممبرانِ پارلیمنٹ اور وزراء کے ہاتھ میں ہیں۔ آج تک کوئی عورت ذمہ دار عہدہ وزارت پر نہیں پہنچی۔

چونکہ نبی کا کام تبلیغ حق ہوتا ہے جس کیلئے طلاقتِ لسانی، قوتِ جذب، اعلیٰ کردار اور نسلی اعزاز و امتیاز کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے یہ مقدس مقام بھی کبھی عورت کو نہیں ملا کیونکہ طبعی طور پر وہ اسکی اہل نہیں ہوتی۔ نبی کو بڑے بڑے علماء، حکماء اور عمائد کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں اپنے اثر اور رسوخ سے اس کو پیسنے اور نیست و نابود کرنے کیلئے کھڑی ہو جاتی ہیں جن کا مقابلہ عورت ذات سے نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے فرمایا وما ارسلنا قبلك الا رجالا ($\frac{۲۱}{۸}$) کہ ہم نے تجھ سے پہلے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے"۔ اگر موجودہ اسمبلی کے ممبروں نے عورتوں کو قانون ساز اسمبلی کا ممبر نہیں بنایا تو اس میں گورنمنٹ پاکستان قصوروار نہیں ہے۔

عورتوں کا یہ مطالبہ بھی قابلِ اعتناء نہیں ہے کہ مطلقہ عورت کو تا حیات، گزارہ دینے کا قانون نافذ ہونا چاہیئے۔ اگر عورت کو بوجہ بدکرداری، بدخوئی، نافرمانی، گستاخی، فتنہ پردازی و ہنگامہ آرائی طلاق دی جائے تو یہ انصاف سے بعید ہے کہ غریب مرد کو اس کے گزارہ کا ذمہ وار کیا جائے۔

بچوں کے گزارہ کے لئے پہلے ہی قانون دیوانی و فوجداری بنا ہوا ہے جس پر عمل ہو رہا ہے ✦

قرآن مجید ایک نامور محقق مستشرق کی نظر میں

"ریڈرز ڈائجسٹ" کے مضمون کا ترجمہ

[انگریزی زبان کے مشہور رسالہ "ریڈرز ڈائجسٹ" کے جون نمبر میں ایک مقالہ اسلام پر نکلا ہے۔ ریڈرس ڈائجسٹ لندن کا ایک سنجیدہ اور معروف ماہنامہ ہے۔ یہ رسالہ دو انگریزی ایڈیشنوں نیز آٹھ دوسری زبانوں، جرمن، فرانسیسی، سویڈش، اطالین، جاپانی وغیرہ میں پونے دو کروڑ کے قریب چھپتا ہے۔ زیر نظر مقالہ زیر عنوان

"Islam - the Misunderstood religion."

ایک عمدہ مقالہ ہے جسے ایک مغربی نامہ نگار کے نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے مضمون نگار James A Michener کہنہ مشق ادیب ہیں۔ انہوں نے اس مضمون میں قرآن کریم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ لفظ بلفظ ہمارے فاضل دوست مسعود احمد صاحب دہلوی بی۔ اے نے اردو ترجمہ میں قارئین الفرقان کے لئے پیش کر دیا ہے ۔۔۔۔۔ (ایڈیٹر)]

"قرآن وہ کتاب ہے جو غالباً دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور یقیناً اسے دنیا میں سب سے زیادہ حفظ کیا جاتا ہے اور یہ اپنے ماننے والوں کی روزمرّہ کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ قرآن بعینہٖ نئے عہد نامہ جتنا طویل نہیں ہے۔ پُرشکوہ انداز میں لکھا ہوا یہ صحیفہ نہ نظم میں ہے اور نہ ہی اس کی عبارت کو نثر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ یہ اپنے سننے والوں کو ایمانی سرور سے لبریز کر دیتا ہے۔ بعض لوگوں نے عبارت کے اُتار چڑھاؤ کو نقاروں کی چوٹ اور اس کے زیروبم سے تشبیہ دی ہے اور بعض اسے نیچر کی اُس گونجدار آواز یا غیب کی اُس نغمہ سرائی کے مشابہ قرار دیتے ہیں کہ جس کا تذکرہ حیاتِ انسانی کے ابتدائی معاشروں میں اکثر سننے میں آتا ہے۔

قرآن عربی زبان میں ہے اور راسخ العقیدہ مسلمانوں نے اکثر اسی بات پر اصرار کیا ہے کہ اسے کسی اور زبان میں نہ ڈھالا جائے۔ کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ اس خواہش کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں روک واقع ہوئی ہوگی لیکن اس کا ایک اثر یہ ظاہر ہوا کہ دنیا بھر میں مسلمان عربی جیسی مشکل زبان کو سیکھنے کی طرف متوجہ رہے تاکہ وہ اپنی مقدس کتاب کو اسی زبان میں پڑھ سکیں کہ جس میں وہ نازل ہوئی اور نماز پڑھتے وقت وہ اس کے اصل الفاظ اپنی زبان سے ادا کر سکیں۔

قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مکہ اور مدینہ میں ۶۱۰ء سے ۶۳۲ء عیسوی کے درمیانی عرصہ میں نازل ہوا۔ مخلص ساتھیوں نے کاغذ کے پُرزوں، درختوں کی چھالوں اور جانوروں کے شانے کی ہڈیوں پر لکھ لکھ کر اسے محفوظ کیا۔ ابتدائی وحی اس قسم کی پُرشوکت یقینی دہانیوں پر مشتمل تھی:-

"اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ سب کچھ اسی

نے پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کو بنانے اور
سنوارنے والا وہی ہے۔ جو کچھ آسمانوں
اور زمینوں میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح
کرنے میں مصروف ہے۔ وہی ہمہ قدرت
اور ہمہ حکمت ہے۔"

یہ تھا وہ پیغام جو بت پرستی کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا اور جس نے لوگوں کو اپنی زندگیوں اور خیالات و افکار کو یکسر منقلب کرنے پر مجبور کر دیا۔ بعد میں جب اسلام عرب کے وسیع علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا اور اسے اقتدار حاصل ہو گیا تو قرآنی وحی کے ذریعے معاشرے کی تنظیم، اس کے قوانین، امور کے طریق کار اور اسی قسم کے دوسرے مسائل کے متعلق ہدایات نازل ہونے لگیں۔

ایک عیسائی یا یہودی جب قرآن کو پڑھے گا تو اس کا پہلا احساس یہی ہوگا کہ وہ اس تعلیم سے خاصی حد تک پہلے ہی مانوس ہے۔ اگر ذیل کی آیات جنہیں اس نوعیت کی سینکڑوں آیات میں سے منتخب کیا گیا ہے کسی گرجا یا کسی یہودی عبادت گاہ میں پڑھ کر سنائی جائیں تو کوئی تعجب نہیں کہ سامعین حیرت میں رہ جائیں کہ یہ آیات کس کتاب میں سے سنائی جا رہی ہیں؟

(۱) "بھائیوں میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کنوئیں کی تہ میں پھینک دو مسافروں کا کوئی قافلہ اسے اٹھالیگا۔"

(۲) "یقیناً یونس ہمارے رسولوں میں سے ایک تھا۔ اس وقت کو یاد کرو جب وہ مسافروں سے بھری ہوئی کشتی کی طرف سوار ہونے کے لئے بھاگ کر گیا تھا وہ قرعہ اندازی پر رضامند ہو گیا اور اسی کے نام کا قرعہ نکلنے کی وجہ سے مسافروں میں سے اسے ہی سمندر میں ڈال دیا گیا۔ تب خود اُسے ہی ایک بڑی مچھلی نے اُسے نگل لیا۔"

(۳) "مریم نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بچہ جنوں حالانکہ کسی مرد نے مجھ کو چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں۔ فرشتہ نے جواب دیا خدا کی بات اسی طرح ہوگی۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ مریم حاملہ ہو گئی اور وہ اسی حالت میں علیحدہ مکان میں چلی گئیں۔"

عیسائی اور یہودی جن ہستیوں کو مقدس اور محترم مانتے ہیں قرآن میں ان کا تذکرہ جا بجا آتا ہے۔ مثال کے طور پر پانچ اہم سورتیں نوحؑ، یونسؑ، یوسفؑ، ابراہیمؑ اور مریمؑ کے ناموں سے موسوم ہیں۔ اگرچہ قرآن میں آدمؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، شعیبؑ اور عیسیٰؑ کے ناموں پر علیحدہ علیحدہ سورتیں تو نہیں ہیں تاہم متعدد مقامات پر ان کا ذکر پورے اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اسلام کی تعلیم ایک حد تک انبیاء ماسبق میں سے عیسیٰؑ، موسیٰؑ، نوحؑ اور ابراہیمؑ کی تعلیمات پر مشتمل ہے قرآن عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا اور نہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ انہوں نے صلیب پر وفات پائی۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اگر عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا تسلیم کر لیا جائے تو اس سے توحید باری تعالیٰ کے بنیادی عقیدے پر حرف آتا ہے۔ نیز ایسے عقیدے کی موجودگی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آخری اور کامل شریعت کا حامل نبی ماننے میں بھی دشواری پیدا ہوتی ہے۔

جہاں تک دُنیا میں پاک زندگی بسر کرنے کا تعلق ہے اس بارے میں قرآن کی تعلیم نہایت مکمل ہے۔ اسکی ایک ناقابل فراموش آیت اس ہدایت پر مشتمل ہے کہ "جب تم ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کا کوئی ایسا معاملہ کرو جس میں آئندہ چل کر کسی ذمہ داری کا سوال پیدا ہوتا ہو تو اس کو تحریر میں لے آؤ اور دو مرد گواہ

مقرر کر لو۔ اگر دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ رکھے جا سکتے ہیں۔ مبادا ایک عورت کچھ بھول جائے تو دوسری اُسے یاد کرا سکے۔ یہ طریق خدا کے نزدیک بہتر ہے۔ تمہارے اپنے درمیان شکوک و شبہات کو دُور کرنے میں اس سے سہولت پیدا ہوگی۔"

خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اعمالِ انسانی کے متعلق تفصیلی ہدایات کا موجود ہونا قرآن کی وہ بڑی خوبی ہے جو اس کے بے مثل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ مسلم قوم کے افراد جہاں کہیں بھی آباد ہیں وہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے مُلک میں حکومت کا نظام صرف اس وقت ہی بہتر طریق پر چل سکتا ہے جب اس کے قوانین قرآن کے مطابق وضع کئے جائیں۔

ضابطۂ جنگ کے ضمن میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک کامیاب جرنیل کی حیثیت میں بہت سی روایات چھوڑی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :۔

معاہدات کو پوری دیانتداری کے ساتھ نبھاؤ۔ دھوکہ دہی سے بچو۔ مُردہ لاشوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مذہبی خدمات بجا لانیوالوں کے قتل سے دستکش رہو۔ مقدس مقامات، باغات اور فصلوں کو تباہ نہ کرو۔

تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کوئی اَور مذہب دُنیا میں اس سرعت سے پھیلا ہو جس سرعت سے اسلام پھیلتا چلا گیا۔ ۶۳۲ عیسوی تک کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وفات پائی عرب کا وسیع علاقہ اسلام کے زیرِ نگیں آ چکا تھا۔ اس کے بعد جلد ہی شام، ایران، مصر، بخارا، روسی ترکستان، شمالی افریقہ اور سپین میں اسلام کو فتوحات پر فتوحات نصیب ہوئیں۔ اس سے اگلی صدی میں اسلام کو جو ترقی نصیب ہوئی وہ اَور بھی زیادہ نمایاں حیثیت کی حامل تھی۔

مغرب میں عام طور پر یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ دینِ اسلام کی یہ ترقی اور اس کا یہ پھیلاؤ تلوار کا مرہونِ منت ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کا کوئی سکالر اب اس نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ آزادئ ضمیر کی حمایت میں قرآن نے جو تعلیم دی ہے وہ نہایت واضح ہے۔ اس بات کے حق میں نہایت وزنی شہادت موجود ہے کہ دوسرے مذاہب کے پَیرو جب تک اپنے طرزِ عمل سے اپنے آپکو اچھا شہری ثابت کرتے رہے اور حکومت کے عائد کردہ ٹیکس دیتے رہے اسلام نے اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور اُن سے اچھا سلوک روا رکھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندگی بھر یہ تعلیم دیتے رہے کہ مسلمانوں کو اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے تعاون کرنا چاہیئے۔"

(ریڈرز ڈائیجسٹ جون ۱۹۵۵ء)

اہلِ اسلام کے لئے خوشخبری

ریڈرز ڈائجسٹ کا مذکورہ بالا مضمون پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں ایک خوشی کی لہر پیدا ہوگی کہ اہلِ مغرب قرآن سمجھنے کے قریب قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اس زمانہ میں ہو رہا ہے اور عنقریب ساری دنیا پر قرآنی پرچم لہرائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور پیشگوئی فرمایا ہے :۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخمریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھیگا اور پھولیگا اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

شذرات

(۱) جماعت اسلامی وفاتِ مسیح کی قائل ہوگئی!

قرآن مجید کی آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کے ترجمہ کے متعلق جماعت احمدیہ اور عام غیر احمدی علماء میں اختلاف ہے۔ جماعت احمدیہ اس آیت میں قد خلت سے مراد موت اور الرسل سے مراد تمام رسول لیتی ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنیوالے سب رسول جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں فوت ہو چکے ہیں یہ ایک نہایت واضح استدلال ہے۔ غیر احمدی علماء اس استدلال کے جواب میں آئے دن بہانے کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں خلت سے مراد موت نہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ یہاں پر لفظ الرسل میں مسیح شامل نہیں۔ غرض ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح حضرت مسیح کو زندہ رکھیں، خواہ قرآن مجید کے معانی میں کتنی تحریف کرنی پڑے۔

جماعت اسلامی کے رسالہ "چراغ راہ" کراچی بابت جولائی ۱۹۵۵ء میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

"قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بس اللہ کے ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پیشتر بھی تمام رسولوں کو موت آچکی ہے۔ لہذا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو اے ایمان والو! کیا تم راہِ حق سے منہ موڑ لوگے؟" (چراغ راہ کراچی جولائی ۱۹۵۵ء)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ جماعت اسلامی کے نزدیک قد خلت من قبلہ الرسل کے وہی معنے درست ہیں جو آج تک جماعت احمدیہ کرتی رہی ہے اور جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات صاف طور پر ثابت ہے۔

(۲) کیا بھارت کی جماعت اسلامی اسلام سے باغی اور مرتد ہوگئی ہے؟

جناب ایڈیٹر صاحب المنیر لائلپور زیر عنوان "سب سے بڑا مسئلہ" لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کی تمام قابلِ ذکر پارٹیوں اور ان کے سربراہ کاروں نے ایک مرتبہ پھر اس مطالبے کو دہرایا ہے کہ پاکستان کا دستور کتاب و سنت پر مبنی ہونا چاہیئے۔ بلا شبہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا دستور اسلام کی اساسات پر مبنی ہو سکتا ہے اور اگر خدانخواستہ یہاں غیر اسلامی (سیکولر) دستور نافذ کیا گیا اور اسے عوام نے قبول کر لیا تو یہ ملت کی طرف سے "اجتماعی ارتداد" یعنی اسلام سے کھلی کھلی "بغاوت" کا اعلان ہوگا۔ لیکن ہمیں ملت سے کبھی بھی اس اعلان کا خطرہ نہیں۔" (المنیر ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء)

ظاہر ہے کہ جب پاکستان کی تمام آبادی صحیح اسلامی دستور چاہتی ہے تو یقیناً یہاں پر اسلامی دستور ہی نافذ ہوگا۔ مگر المنیر کے مندرجہ بالا اقتباس پر غور کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک میں سیکولر یعنی غیر مذہبی آئین جاری ہو اگر وہاں کے عوام اسے تسلیم کر لیں تو وہ اسلام سے مرتد اور اس کے کھلے کھلے باغی قرار پاتے

ہیں۔ اب مدیر المنیر کا بھارت کی اسلامی جماعت کے متعلق کیا فتویٰ ہے جس نے اپنے امیر کی ہدایات کے مطابق بھارت کے غیر مذہبی آئین کو تسلیم کر لیا ہے اور اس کی اطاعت کر رہی ہے کیا یہ کہنا روا ہے کہ بھارت کی جماعت اسلامی مرتد ہو چکی ہے اور اسلام سے کھلی کھلی بغاوت کر رہی ہے؟

(۳) جماعت اسلامی مسجدوں اور جمعوں میں کیوں نہیں آتی؟

فاضل مدیر "الاعتصام" مودودیوں کے متعلق لکھتے ہیں:—

"دنیا جانتی ہے کہ ان کا عوام سے کیا تعلق ہے اور یہ اسوقت عوام میں دیکھے جاتے ہیں جب کوئی کتاب بیچنا ہو یا سال بھر کے بعد کھالیں وصول کرنا ہو۔ اس کے علاوہ ان کو کبھی عوام میں نہیں دیکھا گیا۔ نہ عوام کے جلسوں میں، نہ ان کی مجلسوں میں، نہ مسجدوں میں، نہ ان کے جمعوں میں"

(الاعتصام ۲۲ر جولائی ۱۹۵۵ء)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی جماعت مسجدوں اور جمعوں وغیرہ کے لحاظ سے عام مسلمانوں سے ایک الگ فرقہ ہے۔

اس سلسلہ میں جناب ابوالقاسم محمد عبداللہ صاحب ایم۔ اے جنرل سیکرٹری جمعیت اہلحدیث پشاور صدر کا یہ بیان بھی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ آپ لکھتے ہیں:—

"جب کبھی ارکان جماعت پر تنقیدی نظر پڑتی تو ان کی بدعملی سے ہمیشہ سخت روحانی کوفت ہوتی رہی۔ یہی نہیں بلکہ آج بھی میں دعویٰ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ پشاور کے حلقہ میں جماعت اسلامی کے نظریات سے متفق حضرات کا تو کیا ارکان جماعت تک نماز باجماعت کے پابند نہیں ہیں۔ اور جب کبھی ان کو کسی سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی اصلاح کے لئے کہا جاتا ہے تو جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری امر نہیں"

(الاعتصام ۲۲ر جولائی ۱۹۵۵ء ص)

معلوم ہوا کہ اسلامی جماعت کے ارکان مسجدوں اور جمعوں میں جانے کی ضرورت اسی لئے نہیں سمجھتے کہ نماز باجماعت ان کے نزدیک ایک ضروری امر نہیں ہے۔

(۴) علماء اختلافات کو رواداری سے برداشت کریں!

جناب نعیم صدیقی صاحب "علماء کرام کو کھری کھری باتیں" سناتے ہوئے لکھتے ہیں:—

"توحید اور رسالت جیسے ایمانیات اور خدا اور رسولؐ کے صریح اور منصوص اوامر و نواہی کے علاوہ معتقدات، کلامیات، فقہی اور اجتہادی مسائل اور سیاسی طریق کار میں اپنے مقابل دوسروں کے لئے اور دوسروں کے مقابل میں اپنے لئے اختلاف رکھنے اور اسے ظاہر کرنے کا کھلا کھلا حق تسلیم کیجئے..... امت کے دائرہ کے اندر ہر ایک کے لئے کھلے دل سے یہ گنجائش تسلیم کر لینی چاہئے کہ وہ اپنے طرز فکر کے مطابق درس افتاء خطابت و وعظ اور تقریر و تحریر کا کام کرے ..... دوسروں کی باتوں کا خود بھی امتحان کر کر کے ان میں سے خواہ مخواہ کیڑے نہ نکالے

جائیں بلکہ سیدھی صاف بات کو سیدھے صاف
مفہوم میں لیا جائے۔ کیچڑ اچھالنے والوں
کی سی بازاری اور گھٹیا زبان میں بات
کرنے کی بجائے علماء کے شایانِ شان
زبان میں اظہارِ خیال ہو"

(چٹان ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء)

یہ سب باتیں درست ہیں مگر مودودی صاحب کی جماعت کو ان کا خیال صرف اس وقت پیدا ہوا جب ان کے ساتھ خود یہی سلوک ہونے لگا۔ جب تک وہ دوسروں کے ساتھ یہ روش اختیار کر رہے تھے وہ اس پر راضی تھے۔ اور آج بھی احمدی جماعت کی قلت کے باعث اس کے ساتھ ان کے رویہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ صرف کثرت والی جماعتوں سے ڈرتے ہیں۔ اخلاق اور خدا ترسی اپنی ذات میں انہیں مرغوب نظر نہیں آتی۔

(۵) اقبال کی تضاد بیانی

طلوعِ اسلام کراچی علامہ اقبال کے متعلق لکھتا ہے:۔

"ان کے اشعار میں اس قدر احتیاط
کے باوجود بہت سی متضاد باتیں آگئی ہیں۔
جس کی وجہ یہی ہے کہ شعر پر جذبات
غالب ہوتے ہیں اور مضامین آفرینی کا خیال
تضادات کو نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے
ہمارے خیال میں اس سے حضرت علامہ کی
پیغام رسانی کا مقصد مجروح ہو گیا ہے
اور ان کی فکر مربوط اور ہم آہنگ انداز
سے سامنے نہیں آسکی"

(طلوعِ اسلام ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اقبال اپنی "شاعرانہ ذہنیت" کی وجہ سے بہت سی متضاد باتوں کو اکٹھا کر گئے ہیں۔ کیا ان حالات میں ان کے کلام کو کسی سنجیدہ مذہبی بحث کے لئے بطور سند پیش کرنا روا ہو سکتا ہے؟

(۶) تصویر کشی

ایک زمانہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضرورتِ حقہ کے مطابق اپنی تصویر کھچوا کر بلادِ غربیہ کے اہلِ فراست لوگوں کو دعوتِ فکر دینے کے لئے بھجوائی۔ تو اس پر علماء نے ایک طوفانِ بے تمیزی بپا کر دیا۔ اور اب یہ حالت ہے کہ ہر چھوٹے بڑے عالم، سیاسی لیڈر اور بادشاہوں تک کی بھی تصاویر شائع ہو رہی ہیں۔ اور اب صریح طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے کہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا موقف ہی درست موقف تھا۔ مدیر طلوعِ اسلام لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک تصویر کشی کا تعلق ہے قرآن
میں بصراحت مذکور ہے کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام بڑے بڑے نادرہ کار صناعوں
سے تماثیل تیار کرایا کرتے تھے۔ اور
تماثیل کے اندر تصاویر اور مجسمے
دونوں آجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس امر
کو قرآن کریم ایک نبی کا عمل کہہ کر اس
کا ذکر کرتا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں
کہتا تو وہ عمل کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا"

(طلوعِ اسلام ۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء)

اس ضمن میں مولانا عبد الماجد دریا بادی مدیر صدقِ جدید لکھنؤ اپنے حالاتِ سفر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

"رخصت ہوتے وقت کسی صاحب نے
فوٹو لینا چاہا لیکن میرے عذر کرنے پر
رُک گئے۔ البتہ دوسرے دن (باقی صفحہ ۳۲ پر)

البیان

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

(بقرۃ ع ۱۴)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ
وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ۝
(۲) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ
اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ
خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ
يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا
خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
(۳) وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ۝
(۴) وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝
(۵) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا
قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝
(۶) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا
يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ

(۱) یہودیوں نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر قائم نہیں۔ اور عیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی بنیاد پر قائم نہیں۔ حالانکہ وہ سب ایک ہی کتاب (تورات) پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں وہ لوگ کہتے رہے ہیں جنہیں حقیقت کا علم نہ تھا۔ اللہ ہی ان کے درمیان قیامت کے روز ان امور میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

(۲) ان لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہیں جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر کرنے سے روکتے ہیں اور انکی بے آبادی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اُن لوگوں کیلئے یہی مناسب تھا کہ وہ مسجدوں میں خدا ترسی کیساتھ داخل ہوتے۔ اب ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

(۳) مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو گے وہاں ہی اللہ کی توجہ ہوگی۔ اللہ بڑی وسعتوں کا مالک اور بہت جاننے والا ہے۔

(۴) ان لوگوں نے کہا کہ خدا نے بیٹا بنایا ہے وہ (بیٹا بنانے سے) پاک ہے۔ بلکہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اسی کی ہیں اور سب اس کے فرمانبردار ہیں

(۵) وہ آسمان اور زمین کو پیدا کرنیوالا ہے اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو "کُن" (ہو جا) کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

(۶) بے علم لوگوں نے کہا کہ خدا ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمارے پاس مطلوبہ نشانی کیوں نہیں آتی۔ ان سے پہلے لوگ بھی اسی قسم کی باتیں کرتے رہے ہیں۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

ان کے دل باہم ملتے جلتے ہیں۔ اہل یقین کے لئے ہم نے اپنی آیات بیان کر دی ہیں۔

(۷) اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا
وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ○

(۷) اے رسول! ہم نے تجھے کامل سچائی دیکر بطور بشیر اور نذیر کے بھیجا ہے اور تجھ سے اہل جہنم کے متعلق باز پرس ہوگی۔

(۸) وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى
حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ
مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

(۸) یہ یہودی اور عیسائی تجھ سے ہرگز خوش نہ ہونگے جب تک تو ان کی ملت کی پیروی نہ کرے۔ کہدے کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور اگر تو ان لوگوں کی ہوائے نفس کی پیروی کرے حالانکہ تیرے پاس حقیقی علم آچکا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تیرا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

(۹) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ[۵] يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ
تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

(۹) وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اس کی صحیح طور پر تلاوت اور پیروی کرتے ہیں وہی لوگ درحقیقت کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کتاب کا انکار کرینگے وہ خسارا پانیوالے ہیں!

---

[۱] یہود و نصاریٰ کے باہمی بغض کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک کتاب شریعت یعنی تورات کے حامل ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو سراسر ناحق پر ٹھہراتے تھے۔ حالانکہ یہ بات سراسر جہالت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توجہ دلائی ہے کہ جو امور مشترک ہیں ان کا تو انکار نہ کرو باقی اختلافی امور کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن کریگا۔

[۲] مسجدیں ذکر الٰہی کے لئے بنائی جاتی ہیں، جو شخص مسجدوں میں آنے سے روکتا ہے وہ گویا ان کی بربادی اور ویرانی چاہتا ہے۔ اہل کتاب ایک دوسرے کو اپنے معابد میں داخل ہونے سے روکتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ جماعت احمدیہ اور دوسرے لوگوں میں ایک فرق یہ ہے کہ احمدی لوگ اپنی مسجدوں میں کسی شخص کو ذکر الٰہی سے نہیں روکتے لیکن دوسرے لوگ خود دوسرے مسلمان فرقوں کو اپنی مسجدوں میں آنے سے منع کرتے ہیں۔

[۳] بیٹا ایسے ہی وجودوں کا ہوتا ہے جو فنا پذیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ فانی وجود ہے سبحٰنہٗ کہہ کر اسکی نفی فرمائی۔ حدیث قدسی میں ہے واما شتمہ ایای فقولہ لی ولد فسبحانی ان اتخذ صاحبۃ اوولدًا (بخاری کتاب التفسیر)

[۴] یہود و نصاریٰ کے تعصب کا یہ حال تھا کہ نہ تو وہ اپنے مذہب کی پیروی کرتے تھے اور نہ ہی خدا کی طرف سے آنیوالی ہدایت کی اتباع کرتے تھے اور صاحب ہدایت اور مامور ربانی سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ان کی خود ساختہ ملت کا متبع بن جائے حالانکہ جو اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ اس بات کا حقدار ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

[۵] شریعت کا خالی پڑھنا مفید نہیں جبتک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس آیت کے معنوں میں لکھا ہے کہ یا تو "الکتاب" سے مراد قرآن مجید ہے اور دیندار مسلمانوں کا ذکر ہے۔ یہ معنی حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہم سے مروی ہیں۔ دوسرے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ الکتاب سے مراد تورات ہے اور یہاں پر اہل کتاب کی ایک جماعت کا ذکر ہے۔ یتلونہٗ حق تلاوتہٖ کے متعلق زمخشری کہتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جو تورات میں تحریف نہیں کرتے اور آنحضرتؐ کے متعلق پیشگوئیوں میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے۔

ولادتِ مسیح علیہ السلام کے متعلّق قرآنی بیان کی عظمت!

"رُطَبًا جَنِیًّا" کے الفاظ میں عیسائی دُنیا کی ایک تاریخی غلطی کا ازالہ

(از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپور)

(۱) قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب خدائے علیم و خبیر کی طرف سے اہل کتاب کے اختلافات کیلئے حَکَم بن کر آئی ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّ ھٰذَا القراٰن یقصُّ علٰی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون۔ واِنّہ لھدًی وّ رحمۃ للمؤمنین (النحل: ۳۶)

یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور یہ کتاب یقیناً مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وما انزلنا علیک الکتٰب اِلّا لتبیّن لھم الّذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃً لقومٍ یؤمنون۔ (النحل: ۶۴)

اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب اسلئے نازل کی ہے کہ تو ان کے لئے وہ باتیں کھول کر بیان کرے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

اِس دعویٰ کی تصدیق کے لئے جب ہم اسرائیلی صحائف اور عیسائی لٹریچر کا قرآن مجید سے مقابلہ اور موازنہ کرتے ہیں اور پھر تاریخ عالم، انکشافاتِ اثریہ اور مختلف علوم کو پیشِ نظر رکھتے ہیں تو قرآن مجید کے دعاوی کی صداقت اور حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے اور گویا ہے علم و حکمت کی رُوح قرآنی محور کے گرد گھومتی ہوئی پکار اُٹھتی ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

قرآن مجید نے جہاں بنیادی امور میں عیسائیت سے اختلاف کیا اور صحیح عقائد اور واقعات کی طرف دُنیا کی توجہ مبذول کی وہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی ولادت کے متعلق بھی اصل واقعات پیش کر کے ان غلط اور مختلف فیہ روایات کی تغلیط کر دی جو عیسائیت میں شائع و رائج ہیں۔

سورۃ مریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اور ماموریت کے بیان کے بعد فرمایا:۔

ذٰلک عیسی ابن مریم قول الحق الّذی فیہ یمترون۔

یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ ابن مریم کا حق و حقیقت پر مبنی بات جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

(۲) مذکورہ آیات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن فہمی کا ایک زرین اصول بایں الفاظ پیش کرتے ہیں:-

"ہمیشہ یاد رہے کہ قرآن شریف یہود و نصاریٰ کی غلطیوں اور اختلافات کو دور کرنے کے لئے آیا ہے اور قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی کرنے کے وقت جو یہود و نصاریٰ کے متعلق ہو یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ ان میں جھگڑا کیا تھا جسکو قرآن شریف فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ اب اس اصول کو مدنظر رکھ کر بڑی آسانی سے ایک منصف مزاج (قرآنی بیان کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صلا)

(۳) مثال کے طور پر ہم یہاں ولادتِ مسیح کے متعلق قرآنی بیان درج کرتے ہیں اور پھر عیسائیوں کی مختلف فیہ روایات سے اسکا مقابلہ کر کے یہ حقیقت آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں کہ قرآنی بیان اپنی واقعیت اور اصلیت کے اعتبار سے اہل کتاب کی مختلف فیہ روایات کے سمندر میں روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمیں گمراہ ہونے سے بچاتا اور منزلِ مقصود پر پہنچاتا ہے۔

سورۂ مریم میں وارد ہوا:-

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا
قَصِيًّا۔ فَاَجَاءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى
جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ
قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔
فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ
جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ وَهُزِّيْ
اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ
رُطَبًا جَنِيًّا۔ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ج

پس مریمؑ اسے حمل میں لینے کے بعد لوگوں سے الگ ہو کر ایک بعید جگہ کو چلی گئیں۔ پھر انہیں دردِ زہ (کا اضطراب) کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ یک قلم بھول گئے ہوتے۔ اس وقت ایک پکارنے والے (فرشتہ) نے اسے نشیب سے پکارا کہ "غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے کی جانب ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے۔ تو کھجور کو ہلا تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ پس کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔"

(۴) قرآنی بیان کے اس حصہ میں بظاہر ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو کہ عام اہمیت کی ہیں لیکن جب ہم پس منظر کے طور پر نصاریٰ کے معتقدات اور انکی مختلف فیہ روایات کو دیکھتے ہیں تو اس بیان کی تاریخی عظمت روشن سے روشن تر ہو جاتی ہے۔

یہ کون نہیں جانتا کہ کھجور ہلانے سے پکی ہوئی کھجوریں گرا ہی کرتی ہیں لیکن واقعہ کا یہ گوشہ بھی قرآن مجید نے بیان کر دیا۔ ولادت کے وقت دردِ زہ کا ذکر بھی بظاہر ایک عام بات ہے دوسری طرف اسی تسلسل میں آگے چل کر واقعہ کی کئی کڑیاں چھوڑ دی گئی ہیں اور ولادت کے واقعات کے معاً بعد حضرت مسیح کے دعویٰ ماموریت کے بعد کے واقعات سامنے لائے گئے ہیں اس اسلوب کو دیکھ کر معترض کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کر دی گئی ہیں اور بعض جگہ واقعہ کے تسلسل کی درمیانی کڑیوں کو چھوڑ دیا گیا اس میں آخر کیا حکمت ہے؟

اس مشکل کا حل صرف اس کلیدی اصل سے ہو سکتا ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے کہ جس قوم کے متعلق قرآنی بیان وارد ہوا ہو دیکھنا یہ چاہئے کہ اس قوم میں اس واقعہ کی کونسی صورت رائج ہے۔ کیونکہ قرآنی مشن یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت کے متعلق تاریخ عالم میں جو غلطیاں رواج پا گئی ہیں یا جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں ان کا ازالہ یا فیصلہ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کرنا ضروری تھیں جس کے باعث لوگ غلط عقائد اور باطل روایات میں الجھے ہوئے تھے اور بعض ایسی باتیں نظر انداز کرنے کے قابل تھیں جن کے گرد ظنیات اور باطل

خیالات کا جال بُنا جاتا گیا۔ اس اصول کے پیشِ نظر قرآنی اسلوب و طریق یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت کی طرف جو غلط روایات منسوب ہوگئی ہیں یا تو ان کی واضح تردید کردی جاتی ہے یا پھر واقعہ کی اصل صورت بیان کرکے یہ اشارہ کردیا جاتا ہے کہ وہ قصے باطل ہیں جو اس کے علاوہ مشہور ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے ولادتِ مسیح کے متعلق مذکورہ قرآنی بیان کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے نصاریٰ کے معتقدات اور اختلافِ روایات کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس صورت میں قرآنی بیان کی اہمیت، صداقت اور حکمت مبرہن ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

(۵) ولادتِ مسیح کے واقعات کے سلسلہ میں قرآنی بیان یہ ہے کہ پھل حاصل کرنے کے لئے حضرت مریمؑ کو کھجور کی شاخیں ہلانا پڑیں اور نشیبی چشمے کی طرف غیب سے راہنمائی ہوئی۔ لیکن عیسائی روایات میں لکھا ہے کہ مسیحؑ کے اشارہ سے مریمؑ کے قدموں پر درخت جھک گیا اور پانی بھی ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ مسیحی روایات میں یہ واقعہ ہمیں یوں الفاظ ملتا ہے۔ جب یوسف نجار اور مریم مسیحؑ کو ولادت کے بعد مصر لے گئے تو وہاں پہنچ کر

"تیسرے دن مریم نے ایک کھجور کا درخت دیکھ کر اس کے نیچے آرام کرنا چاہا۔ اور جب وہ وہاں بیٹھ گئی تو درخت پر پھل دیکھ کر یوسف سے کہا کہ میں کچھ پھل چاہتی ہوں۔ یوسف نے جواب دیا۔ مجھے تعجب ہے کہ تو ایسا کہتی ہے کیونکہ درخت بہت اونچا ہے میں تو پانی کی فکر میں ہوں اسلئے کہ ہمارے پاس پانی بہت کم بچا ہے۔ پھر یسوع نے جو مریم کی گود میں تھا چہرے سے خوشی ظاہر کی اور کھجور کے درخت کو حکم دیا کہ اپنے پھل اس کی ماں کو دیدے۔ پس درخت مریم کے پاؤں تک جھک گیا اور اُس نے اس سے اتنا توڑا جتنا اس نے چاہا۔ اسکے بعد یسوع نے درخت کو سیدھا ہوجانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو پانی اس کی جڑ میں چھپا ہوا ہے ان کو کچھ دیدے۔ چنانچہ ایک چشمہ نکلا اور سب نے خوش ہو کر اسمیں سے پیا۔

دوسرے دن جب انہوں نے اس جگہ کو چھوڑا مسیح نے کھجور سے کہا کہ میں تجھے انعام دیتا ہوں کہ تیری شاخوں میں سے ایک شاخ میرے فرشتوں کے ذریعہ میرے باپ کے فردوس میں لیجا کر لگائی جائیگی ...... چنانچہ ایک فرشتہ اُترا اور اس درخت کی ایک شاخ لیکر اُڑ گیا۔"

یہ واقعہ متی کی اس انجیل میں لکھا ہے جو کہ "اپاکرفا" میں شامل ہے۔ ایم۔ آر جیمز کی کتاب The Apocryphal New Testament میں اس انجیل کے مزعومہ حصوں کا انگریزی ترجمہ شامل ہے (ملاحظہ ہو ملک ۰۰۰) اور اس انجیل کی تاریخ پر ایک نوٹ بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ انجیل عیسائیوں میں پائی جاتی ہے اور اس کی روایات عوام میں رائج چلی آتی ہیں۔

اس قسم کی اناجیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی عیسائیوں میں رائج تھیں خصوصاً عوام میں زیادہ مقبول تھیں۔ چونکہ اناجیل اربعہ میں مسیحؑ کی طفولیت کے مفصل واقعات نہیں ہیں اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے قدیم روایات کو بنیاد بنا کر حواریوں کے نام پہ انجیلیں لکھی گئیں اور دیکھتے دیکھتے عوام میں رائج اور مقبول ہوگئیں۔

عرب کے اہلِ کتاب کے پاس بھی اسی قسم کی ایک انجیل طفولیتِ مسیحؑ کے نام سے موجود تھی۔ یہ عربی ترجمہ تھا جو کہ بعثتِ نبوی سے قبل عرب میں رائج تھا۔ (کتاب مذکور صفحہ ۰۰)

(۶) اب اس انجیلی بیان کا قرآنی بیان سے مقابلہ

موازنہ کیجئے - یہ اختلاف تو ہے ہی کہ انجیل نویس کے نزدیک یہ واقعہ مصر پہنچ کر پیش آیا لیکن قرآن مجید نے ولادت کے معاً بعد اس کا ذکر کیا - اہم اختلاف یہ ہے کہ انجیل نویس نے مسیحؑ کی ربوبیت ثابت کرنے کے لئے طفولیت مسیحؑ کے اس واقعہ کو بے سرو پا معجزہ کا رنگ دے دیا - لیکن قرآنی بیان میں واقعہ کی اصلی اور فطری شکل پیش کی گئی ہے - عیسائی علماء جہاں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی روایات زمانہ قدیم سے عوام عیسائیوں میں مشہور چلی آتی ہیں وہاں ان کو یہ بھی تسلیم ہے کہ یہ بیان بے سرو پا معجزات پر مبنی ہے[۱]

چونکہ عوام عیسائیوں میں یہ باتیں مشہور تھیں اسلئے قرآن مجید نے واقعہ کی اصل صورت پیش کر دی ہے - اور یہ ثابت کر دیا کہ اس میں مسیحؑ کی الوہیت کا دخل نہیں کہ مسیحؑ کے حکم سے درخت خود بخود جھک گیا اور چھپا ہوا پانی ظاہر ہو گیا اور اس درخت کی ایک شاخ یسوع مسیح کے فرشتوں کے ذریعہ فردوس میں پہنچا دی گئی - بلکہ قرآنی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مریمؑ اپنی حالت لوگوں سے چھپانے کی غرض سے ایک دور کے مقام پر گئیں تو دورانِ سفر میں وضع حمل کا وقت آگیا - انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ یہاں قریب کوئی چشمہ ہے - ایک کھجور کے درخت کے نیچے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے - غیب سے راہنمائی ہوئی کہ قریب ہی ڈھلوان کی جانب ایک چشمہ ہے کھجور کی شاخ ہلایئے تازہ کھجوریں گریں گی - چشمے کا پانی پیجئے اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیجئے -

واقعہ کی اس صورت سے مسیحی روایت کا وہ سارا تار و پود جو کہ مسیحؑ کی الوہیت کے لئے بنایا گیا بکھر کر رہ جاتا ہے - اب یہ بات بالکل صاف ہے کہ قرآن مجید نے اِس واقعہ کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات کیوں بیان کی ہیں - مثلاً کھجور کا درخت ہلانے سے کھجوریں گرنے کا ذکر فرمایا - یہ باتیں اس لئے بیان کی ہیں کہ انہی تفصیلات کو غلط رنگ دیکر عوام میں مشہور کر دیا گیا تھا - اسلئے ضروری تھا کہ واقعہ کی اصل حقیقت سے دنیا کو شناسا کیا جاتا - اسی طرح قرآن مجید نے وضع حمل کے وقت دردِ زِہ کی شدت کا بھی ذکر کیا ہے - حالانکہ عام حالات میں یہ ذکر ضروری نہ تھا - یہاں چونکہ ایک انسان کو خدا بنانے کا سوال تھا اس لئے یہ ذکر بھی نمایاں طور پر کیا گیا - اور پھر بعض عیسائی فرقے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح القدس کی برکت سے بغیر دردِ زِہ کے حضرت مسیحؑ ناصری پیدا ہوئے -

انجیل برنباس میں یہ لکھا ہے کہ بغیر دردِ زِہ کے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی -

اناجیل اربعہ اس بارے میں خاموش ہیں - لیکن قرآن مجید میں اس کا ذکر نمایاں طور پر کر کے الوہیت مسیحؑ کا رد کیا ہے -

(۷) ایک اہم اختلافی امر یہ ہے کہ عیسائیت کی تاریخ میں قرنہا قرن سے حضرت مسیحؑ ناصری کی پیدائش کا دن ۲۵ دسمبر کو منایا جاتا ہے - سورہ مریم کے مذکورہ بیان میں عیسائیت کے اس مسلسل اور متواتر عمل کی تغلیط موجود ہے - قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جبکہ ملک کنعان میں کھجوریں پک کر اس درجہ تیار ہوتی ہیں کہ کھجور کے ہلانے پر وہ گرنے لگ جائیں -

اب دیکھنا یہ ہے کہ فلسطین میں کھجور کے پکنے کا موسم کونسا ہے - فلسطین میں ہمارے ملک کی بہ نسبت کھجور دیر سے پکتی ہے - اگست ستمبر میں وہاں کھجور پک کر تیار ہو جاتی ہے -

---

[۱] ملاحظہ ہو پادری ڈبلیو - میچن ایم - اے کا رسالہ "تحریف انجیل و صحت انجیل" شائع کردہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی ؎

جان ڈی۔ ڈیوس کی بائیبل ڈکشنری میں زیر لفظ year ایک نقشہ دیا گیا ہے جس میں یہودی مہینوں کے نام دیکر ان کے مقابلہ پر انگریزی ماہ درج کئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ فلسطین میں کس ماہ میں کونسی فصل یا پھل پک کر تیار ہوتے ہیں۔ اس نقشہ میں یہودیوں کا چھٹا مہینہ ایلول (Elul) دیکر اس کے مقابل پر انگریزی مہینہ اندازاً ماہ ستمبر لکھا گیا ہے۔ اور سیزن (Season) کے کالم میں یہ وضاحت موجود ہے کہ اس ستمبر میں کھجور اور موسم گرما کی انجیر پک کر تیار ہوجاتی ہے۔

ڈکشنری مذکور میں یہودی مہینہ ایلول کے مقابلہ پر ماہ ستمبر ایک موٹے اندازہ کے مطابق درج کیا گیا ہے۔ در اصل ماہ اگست ستمبر میں یہ مہینہ آتا ہے۔ (ملاحظہ ہو پیکس تفسیر بائیبل صفحہ ۱۱) پس فلسطین میں ماہ اگست ستمبر کھجور کے پکنے کا صحیح موسم ہے۔

قرآنی وضاحت کے پیش نظر اب ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری کی پیدائش بجائے شدید سردیوں کے یہودی مہینہ ایلول میں ہوئی۔ یعنی ماہ اگست ستمبر میں آپ پیدا ہوئے۔ جبکہ ملک فلسطین میں کھجور پک کر تیار ہوجاتی ہے قرآن مجید کے اس دعوی کی تائید انجیل لوقا سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس انجیل میں مسیح کی پیدائش کے موقع پر لکھا ہے:۔

"اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات
کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی
کر رہے تھے۔" (۸/۲)

ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا نہ کہ شدید سردی کا۔ دسمبر کا مہینہ تو علاوہ شدید سردی کے فلسطین میں سخت بارش اور دھند کا ہوتا ہے فلسطین میں موسم برسات یکم نومبر سے شروع ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقہ میں خصوصاً شدید سردی، برسات اور دھند ہوتی ہے۔ کون یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ ایسے موسم میں کھلے میدان میں چرواہے اپنے گلوں کو لیکر باہر نکل آتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا جس میں چرواہے اپنے گلوں کو گلہ خانوں یا قدرتی پناہ گاہوں یعنی غاروں وغیرہ سے باہر نکال لاتے تھے۔ اور راتیں آسمان تلے بسر کرتے تھے۔

پس یہ ایک تاریخی غلطی ہے جس کی طرف دنیائے عیسائیت کو قرآن مجید نے توجہ دلائی۔ قرآن مجید نے "رُطَبًا جَنِيًّا" کا ذکر کر کے حضرت مسیح کی ولادت کا زمانہ متعین کیا ہے۔ اور اس بارہ میں عیسائی روایات اور تعامل کی تردید فرمائی ہے۔

اب عیسائی محققین بھی اس تاریخی غلطی پر آگاہ ہوچکے ہیں۔ چنانچہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری روایات غلط ہیں۔ حضرت مسیح گرمیوں میں پیدا ہوئے تھے نہ کہ سردیوں میں۔

چند شہادتیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ پیکس تفسیر بائیبل میں انجیل لوقا کے مفسر پرنسپل اے۔ جے۔ گریو۔ ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی کی طرف سے لوقا کے اس بیان پر کہ حضرت مسیح کی پیدائش جس موسم میں ہوئی تھی اس وقت چرواہے گلوں کو باہر نکال کر کھلے میدان میں راتیں بسر کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل تبصرہ موجود ہے:۔

"The season would not be December our Christmas day is a comparatively later tradition, found

۱؎ اس ماہ کا نام بائیبل میں نحمیاہ ۱۵/۶ میں وارد ہوا ہے۔

first in the west."
(P. 727)

کہ یہ موسم ماہ دسمبر کا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا کرسمس ڈے مقابلۃً بعد کی ایک روایت ہے جو کہ پہلے پہل مغرب میں پائی گئی۔

۲۔ جے سٹی ورٹ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت مسیح ستمبر یا اکتوبر میں پیدا ہوئے۔ پیکس تفسیر بائبل میں لکھا ہے

"J. Stewart (when did our Lord actually live?) arguing from an Angora temple incription and a quotation in an old Chinese classic which speaks of the Gospel story reaching China A.D 25-28, puts the birth of Jesus in 8 B.C (sept. or oct.)
(P. 767)

جے سٹی ورٹ نے اپنی تصنیف میں عبد انگورا کے ایک کتبہ اور ایک مستند قدیم چینی مصنف کے حوالہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسیح آٹھ سال قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ گویا موجودہ عیسوی سال آٹھ سال بعد مسیح شروع ہوا۔ جے سٹی ورٹ کے نزدیک ستمبر یا اکتوبر کے مہینہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ مذکورہ قدیم چینی مصنف نے انجیلی کہانی کا ذکر کیا ہے کہ یہ چین میں ۲۵ تا ۲۸ سن عیسوی میں پہنچی۔"

۳۔ بشپ بارنس اپنی کتاب "Rise of Christanity" میں تحریر کرتے ہیں:-

"اگر اس تعین کے لئے کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ ۲۵ دسمبر ہی مسیح کی پیدائش کا دن تھا۔ اگر ہم لوقا کی بیان کردہ ولادت مسیح کی کہانی پر یقین کر لیں کہ اس موسم میں گڈریے رات کے وقت اپنی بھیڑوں کے گلہ کی نگرانی بیت لحم کے قریب کھیتوں میں کرتے تھے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش موسم سرما میں نہیں ہوئی جب کہ رات کو ٹمپریچر اتنا گر جاتا ہے کہ یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں برفباری ایک عام بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا کرسمس ڈے کافی بحث و تمحیص کے بعد قریباً ۳۰۰ء میں متعین کیا گیا۔" (ص ۷۹)

ان حوالجات سے قرآنی بیان کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

(۴) تیسری صدی عیسوی میں اس مسئلہ پر کافی بحث تمحیص ہوئی کہ حضرت مسیحؑ کے یوم پیدائش کے لئے کونسا دن مقرر کیا جائے۔ ایک طرف انجیل لوقا سے اشارہ ملتا تھا کہ آپ گرمیوں میں پیدا ہوئے اور دوسری طرف احبابِ کلیسا نے یہ دیکھا کہ بہت سے سورج دیوتا ۲۵ دسمبر یا اس سے ایک آدھ دن بعد پیدا ہو چکے تھے۔ چنانچہ مسیحؑ سے پانچ چھ سو سال پہلے سے ہی ۲۵ دسمبر ایک مقدس تاریخ سمجھی جاتی تھی۔ روم میں یہ دن مشرکین ایک تہوار

کے طور پر بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے ارباب کلیسا نے اس دن کی مقبولیت کے پیش نظر حضرت مسیحؑ کی پیدائش کا دن بھی یہی مقرر کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ مشرکین کو عیسائیت میں آکر غیریت کا احساس نہ ہو۔ پہلے وہ اس تاریخ کو متھرا دیوتا یا دوسرے سورج دیوتاؤں کا دن مناتے تھے اب وہ حلقہ بگوشِ عیسائیت ہو کر "خداوند یسوع" کا یوم پیدائش منانے لگے۔ یوم ولادت مسیحؑ کا یہ تاریخی پس منظر ہے جو کہ مندرجہ ذیل مستند کتابوں میں درج ہے :۔

(۱) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ کرسمس۔

(۲) چیمبرز انسائیکلوپیڈیا " "

(۳) پیکس تفسیر بائیبل ص۶۳۲

(۴) Rise of Christianity P. 79

تاریخ ولادت کے متعلق ارباب کلیسا کے اس فیصلہ سے پیشتر مختلف تاریخ ہائے پیدائش عیسائی علماء میں زیر بحث تھیں۔ بعض اپریل اور مئی میں تاریخ پیدائش تلاش کرتے تھے۔ بعض مارچ اور اپریل میں بعض جنوری کے خیال میں تھے[1]۔ غرض ایک اچھا خاصا اختلاف تھا جو کہ علماء کے حلقہ میں قرونِ اولیٰ سے چلا آتا تھا۔ یہ اختلاف آج تک قائم ہے۔ کوئی یقینی تاریخ علماء متعین نہیں کر سکے۔ ۲۵ دسمبر کی تاریخ کو علماء بائیبل سراسر غیر یقینی سمجھتے ہیں اور آج بھی نئی نئی تاریخیں مقرر ہوتی ہیں۔

قرآن مجید چونکہ اہل کتاب کے اختلافات میں حکم عدل بن کر آیا اسلئے سورہ مریم میں ایام ولادتِ مسیحؑ میں پکی ہوئی کھجوروں کا ذکر لا کر اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا کہ آپ کی پیدائش اگست ستمبر میں سخت گرمی کے موسم میں ہوئی۔ نہ کہ شدید سردیوں میں۔ اس قرآنی وضاحت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لوقا کا بیان درست ہے جس میں سخت گرمی کے ایام میں مسیحؑ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اور وہ روایات باطل ہیں جن میں شدید سردیوں میں آپ کی پیدائش کا بیان ملتا ہے کیونکہ سردیوں والی تاریخ سورج دیوتاؤں کے ایام پیدائش کی خوشہ چینی ہے نہ کہ حقیقی تاریخ ولادت۔

(۹) آخر میں مجھے بیگانوں سے نہیں بلکہ اپنوں سے کچھ شکوہ بھی کرنا ہے۔ ہماری تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ جونہی حضرت مریمؑ نے درخت ہلایا سوکھے درخت میں کھجور کے خوشے نمودار ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کے اقوال بھی موجود تھے کہ وہ کھجور کے پھل کا موسم تھا لیکن ان کو خاطر میں نہ لایا گیا۔ اور عام طور پر یہ لکھ دیا گیا کہ بے ثمر درخت معجزانہ طور پر ثمردار ہو گیا۔ تفسیر ابن کثیر میں اس موقع پر لکھا ہے :۔

"کہتے ہیں کہ یہ درخت سوکھا پڑا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھل دار تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن حضرت مریم کے ہلاتے ہی اسمیں سے قدرتِ خدا سے کھجوریں جھڑنے لگیں۔" (تفسیر سورۃ مریم)

افسوس کہ عام مفسرین اس تاریخی نکتہ تک نہ پہنچ سکے جو تازہ کھجوروں کی موجودگی کے ذکر سے قرآن مجید نے پیدا کیا ہے۔ بعض مفسر اس طرف گئے بھی کہ اُسوقت کھجور کے پھل کا موسم تھا لیکن ان کا نقطۂ نظر دب گیا اُبھرا نہیں۔

عصر حاضر میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ اور بعض دوسرے احمدی مفسرین نے قرآن مجید کے اس تاریخی نکتہ کی طرف ہماری راہنمائی کی کہ "رُطَبًا جَنِيًّا" کے ذکر میں مقصد اعجازِ مسیحا نہیں بلکہ یہ اعجازِ قرآن ہے کہ عیسائی دُنیا کی ایک تاریخی غلطی کی طرف مختصر الفاظ میں توجہ دلائی گئی سچ فرمایا

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

---

[1] اس اختلاف کے لئے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا اور چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں مقالہ زیر لفظ "کرسمس"

بقیہ شذرات از ص۲۲

جو انگریزی اخبارات آئے تو دیکھتا کیا ہوں کہ میری تصویر چھپی چھپائی موجود ہے۔ اور مجھ سے متصل فرید جعفری صاحب ایڈیٹر "پاکستان اسٹنڈرڈ" بیٹھے ہوئے ہیں شرعی پہلو سے قطع نظر مجھے طبعی ناگواری بھی تصویر کھنچانے سے ہے لیکن اب اسے کیا کیجئے۔ کہ زمانہ اتنی ترقی کر گیا ہے کہ صاحب تصویر کی اجازت بلکہ علم کے بغیر ہی کسٹ سے اس کی تصویر اتار لی جاتی ہے اور وہ غریب منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۱۵ر جولائی ۵۵ء)

(۷) عدالتی نظام "شامی" اور "ہدایہ" سے معطل ہو جائیگا!

مولانا مودودی صاحب نے سرگودھا میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔" اگر شامی اور ہدایہ موجودہ عدالتی نظام میں جوں کی توں رکھ دی جائے اور اس پر اصرار کیا جائے کہ اسے بعینہٖ نافذ کیا جائے تو سارا نظام عدالت ہی معطل ہو جائے۔"

اس حصۂ تقریر پر مدیر الاعتصام کا تبصرہ ملاحظہ ہو:۔

"بخاری کے بعد شامی اور ہدایہ پر ہاتھ ڈالنے والے یہ بتائیں کہ خود ان کا مبلغ علم کیا ہے۔ کیا وہ ان کتابوں میں سے کسی ایک کی دس سطریں اہل علم کی مجلس میں پڑھ بھی سکتے ہیں۔ کیا حدیث و فقہ کی ان امہات الکتب کی اہانت کر کے اپنی علمی بے مائگی پر تو پردہ نہیں ڈالا جا رہا۔" (الاعتصام ۲۲ر جولائی ۵۵ء)

کیا یہ مناسب نہیں کہ مولانا مودودی صاحب پہلے اپنی علمی قابلیت کا "سکہ" اہل حدیث علماء سے منوا لیں؟

(۸) مولانا مودودی پر شدید ترین الزام

جناب حمید نظامی صاحب ایڈیٹر "نوائے وقت" لاہور نے "متکبر صالح" کے زیر عنوان لکھا ہے:۔

"ہم آج پھر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جہاد کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد ناکام رہا تو اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مولانا کا یہ فعل اضطراری نہیں تھا بلکہ انکی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے کد یہ تھی کہ اس ملک کے بانی ہونیکا سہرا قائد اعظم کے سر کیوں ہے میرے سر کیوں نہیں۔ حالانکہ یہ سہرا انکے سر نہیں باندھا جا سکتا تھا۔ کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریک پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اسکی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر ہونیوالے عام انتخابات میں غیر جانبدار رہیں یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور انکا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے۔ ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مولانا احمد علی اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں۔"

(بحوالہ الاعتصام ۲۲ر جولائی ۵۵ء)

کیا مولانا مودودی صاحب اس الزام سے اپنی بریت ثابت کر سکتے ہیں؟

احمدی مسلمان ہیں

(از جناب چودھری احمدالدین صاحب پلیڈر گجرات)

جب انگریزوں نے ہندوستان کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تو ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اشتہار جاری ہوا کہ رعایا کے ہر ایک فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ حکومت کی طرف سے مذہبی معاملات اور عبادات میں کوئی دست اندازی نہیں ہوگی۔ اور نہ رعایا کا ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر بربنائے مذہب تعدی کرنے کا مجاز ہوگا۔ ہر ایک فرقہ کو اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کا حق ہوگا۔ اس کے نتیجہ میں اقلیتیں جو اکثریت کے اثر و رسوخ اور رعب کے نیچے دبی ہوئی تھیں جاگ اٹھیں اور ان کو اپنے خیالات اور اعتقادات پھیلانے کا موقع مل گیا۔ مسلمانوں میں فرقہ شیعہ اور اہل حدیث جن کو وہابی کہا جاتا تھا اپنے خیالات کی علانیہ تلقین کرنے لگ گئے۔ کئی ہندو اور مسلمان عیسائی مشنریوں کی تبلیغ سے عیسائی ہوگئے۔ کئی ہندو مسلمان ہوگئے۔ ہندو مذہب کے علماء اور مدبرین نے جب دیکھا کہ ان کے ہاں تبلیغ اور دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو اپنے مذہب میں لانے کا کوئی سلسلہ اور احکام نہیں ہیں اور ان کی تعداد دن بدن گھٹ رہی ہے اور ہندو لوگ دوسرے مذاہب میں شامل ہو رہے ہیں تو جا بجا آریہ سماج قائم ہوگئی اور انہوں نے بھی مبلغین کی ایک جماعت بنالی۔ جس میں اچھے پڑھے لکھے اور گریجوایٹ شامل تھے۔ ان کی توجہ کا زیادہ تر نشانہ مسلمان ہی تھے۔ اسلام کے خلاف عیسائی مشنریوں نے جو مواد اکٹھا کیا تھا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور دنیوی ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے بہت سا لٹریچر اسلام کے خلاف فراہم کر لیا جس میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور آنحضرت ؐ کی رسالتِ حقہ کی نہایت دیدہ دلیری سے تردید کی گئی اور بعض تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مرتد کر کے ہندو دھرم میں شامل کر لیا۔

انگریزی عدالتوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مرتد مسلمان اور مرتد ہندو بوجہ ارتداد حقوقِ وراثت کھو بیٹھتا ہے۔ تب عیسائی مدبرین نے جو وسیع و عریض ہندوستان میں عیسائیت پھیلنے کے خواہاں تھے پہلے ریگولیشن ۱۸۳۲ء نافذ کرایا اور پھر باضابطہ ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ء پاس کرایا۔ جس کی رُو سے ہر شخص بوجہ تبدیلیٔ مذہب حقِ وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل فیصلہ جات ہائی کورٹ قابلِ ملاحظہ ہیں (انڈین کیسز جلد ۱۰ صفحہ ۷۷۴۔ انڈین لا رپورٹ لاہور جلد ۱ صفحہ ۲۷۶۔ انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۰)

پھر دفعہ ۲۹۸ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں رکھ دی گئی جس کی رُو سے کوئی شخص بوجہ تبدیلیٔ مذہب کسی حقِ پیدائشی انسانیت سے محروم نہیں ہوسکتا۔

یہ قانون تا دمِ تحریر موجود ہیں منسوخ نہیں ہوئے۔ اور عدالتیں ان پر عمل پیرا ہیں۔

چونکہ سُنّی اہلِ شیعہ کو بربنائے فتاوٰئے اکابرینِ مذہب مثل پیر دستگیر حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی و حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی و حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی و حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کافر، مرتد از اسلام قرار دے چکے تھے اور اہل شیعہ بربناء

فتاوئے اکابرین خود اہل سنّت کو خارج از اسلام قرار دے چکے تھے اسلئے عدالتوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا ایک سُنی شیعہ ہو کر اور شیعہ سُنی ہو کر وہ حقوق کھو بیٹھتا ہے جو اس کو بحیثیت ایک مسلمان کے حاصل ہیں؟ پریوی کونسل تک عدالتوں نے یہی قرار دیا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو چاہے اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو اور چاہے اس کی عملی حالت احکام اسلام کے خلاف ہو اسکو مسلمان تصور کیا جائے گا۔ اور جو حقوق اس کو بحیثیت ایک مسلمان حاصل ہو سکتے ہیں وہ بدستور اس کو حاصل ہوں گے۔ البتہ متوفی کے مذہب پر وراثت کا فیصلہ کیا جائیگا۔ یعنی متوفی کے فرقہ کے قواعد وراثت پر اس کو ورثہ پہنچے گا۔ نہ کہ اس کے اختیار کردہ فرقہ کے قواعد وراثت پر۔
(انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۲ صفحہ ۴۹۰)

یہ بھی عدالتوں نے قرار دیا کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو تو اس کو مسلمان خیال کیا جاسکے گا۔ اس کے عقیدہ کی صحت کے متعلق تحقیقات کرنے کا عدالت کو اختیار نہیں ہے۔
(پی۔ ایل۔ ڈی کراچی سندھ ۱۹۶۴ء)

جیسا کہ اہل شیعہ کو سُنی اکابرین نے کافر قرار دیا اسی طرح اہل حدیث پر جن کو وہابی کہا جاتا ہے کفر کا فتویٰ سُنی علماء نے لگا دیا اور سنیوں نے انہیں اپنی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا تو انہوں نے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہائی کورٹوں نے قرار دیا کہ ان کو سُنیوں کی مسجدوں میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے (انڈین کیسز جلد ۲۱ صفحہ ۹)

اہل شیعہ کو بھی سُنیوں نے مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا تو انہوں نے بھی عدالتوں میں دعوے دائر کر دیئے۔ ہائی کورٹوں نے فیصلے کئے کہ انکو بحیثیت مسلمان کے نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے منکر اور اُن پر تبرے بھیجتے اور سبّ و شتم کرتے ہیں۔ (آل انڈیا رپورٹر لاہور ۱۹۲۳ء صفحہ ۵۰۷ و پشاور ۱۹۳۶ء صفحہ ۶۵)

پٹنہ ہائی کورٹ نے اور بعد ازاں الہ آباد ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ احمدی مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان کے ان کو دیگر مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ (پٹنہ لاء جرنل جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ آل انڈیا رپورٹر الہ آباد ۱۹۳۳ء صفحہ ۲۸۴)

مدراس ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ احمدی مرتد از اسلام نہیں ہیں بلکہ مہذب مسلمان ہیں اسلئے اگر کسی احمدی کی عورت مولویوں کے فتوے کے مطابق کسی غیر احمدی مسلمان سے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح ثانی کرلے تو وہ جرم دفعہ ۴۹۴ تعزیرات ہند کی مجرم ہوتی ہے۔ (انڈین لاء رپورٹ مدراس جلد ۴۵ صفحہ ۹۰۶)

شیخ عبد المجید اصغر صاحب ڈسٹرکٹ جج لائلپور نے بمقدمہ اپیل مسماۃ نذیراں وغیرہ اپیلانٹ بنام محمود احمد مدعا علیہ رسپانڈنٹ بتاریخ $\frac{5}{15}$ ۵ قرار دیا کہ بعض امور میں باہم اختلاف ہونے کے باوجود ہم کسی طرح بھی احمدیوں کو غیر مسلم نہیں قرار دے سکتے۔ مگر تعجب ہے کہ اسناد بالا کی موجودگی میں ڈسٹرکٹ جج کیمل پور نے قرار دیا ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں کیونکہ وہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کو فیصلہ جات مندرجہ بالا کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی یا انہوں نے اپنے ذہنی تاثرات یعنی برقادلے علماء زمانہ کے ماتحت جوڈیشل ریکارڈ کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہؑ اور ان کے پیرو احمدیوں میں سے کوئی بھی آنحضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار نہیں کرتا۔ حضرت اقدس

مرزا صاحبؑ اپنی کتاب ایّام الصلح میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ
کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول
اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں
کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب
حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم
ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف
میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا
حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس
شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے
یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور
اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور
اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت
کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ
پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الّا اللہ محمّد
رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء
اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے
ثابت ہے ان سب پر ایمان لائیں اور صوم
اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ
اور اس کے رسول کے فرائض کو فرائض سمجھ کر
اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک
اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور
جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر
اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی
اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب
کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو
اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے
اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم
پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر
ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس
پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ
چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس
قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔
الا انّ لعنۃ اللہ علی الکاذبین
والمفترین"

باوجود مندرجہ بالا عقائد کے جو ایک مسلمان کے ہو سکتے
ہیں اگر کوئی شخص ظلم اور تعصب کی رو سے محض علماء زمانہ
کے بغض آمیز فتووں کے ماتحت احمدیوں کو دائرہ اسلام
سے خارج کرتا ہے تو وہ خداوند علیم و خبیر کی درگاہ میں
مجرم ٹھہرتا ہے۔

احمدی تو صحیح معنوں میں عقیدہ ختم نبوت کے قائل
ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کے بغیر کوئی دین خدا کے
نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ اور کہ احکام شریعت
مندرجہ قرآن تا قیامت کسی نبی اور امام کے ذریعہ
سے منسوخ نہیں ہو سکتے اور نہ ان میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی
ہے۔ البتہ امت محمدیہ میں وہ روحانی فیض جو انبیاء کو
ملا کرتا تھا خاتم النبیین آنحضرتؐ کی اتباع سے جاری ہے
اور اس فیض کے جاری رہنے سے شان نبوت محمدیہ پر حرف نہیں
ہے اور اس فیض کے بند ہونے سے جو آنحضرتؐ کی
قوت قدسیہ سے تابعین کو بطور وراثت کے ملتا
ہے شان نبوت محمدیہ گھٹتی ہے۔ اور خدا کی ہستی پر
دل کو اطمینان دلانے والی دلیل قائم نہیں رہتی۔ خدا
نہیں چاہتا کہ اس کی ہستی کے دلائل زائل ہو جائیں اس کا
ازلی ابدی قانون ہے کہ وہ خشک سالی کے بعد بذریعہ
بارش مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا
یہ بھی قانون ہے کہ جب دنیا میں فسق و فجور کا دور دورہ

ہوجاتا ہے اور دلوں کی زمین مُردہ ہوجاتی ہے تو خداوند کریم الہام کی بارش وقت پر نازل کرتا ہے دیکھنا یہ ہے کہ یہ زمانہ جس میں اب ہم ہیں فسق و فجور کا زمانہ ہے یا دیانت اور نیک کرداری کا۔ مندرجہ ذیل حوالہ میں جو ایک غیر احمدی عالم کا تحریر کردہ ہے مسلمانوں کی حالت ملاحظہ فرمائیے :۔

"ہماری اکثریت بلکہ غالب اکثریت کی حالت اس سے بدتر ہے جیسی کہ آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت یہود و نصاریٰ کی تھی۔ حتیٰ کہ دین و مذہب کی نمائندگی کرنے والے طبقے کی اکثریت میں بھی کم و بیش وہ سب خرابیاں موجود ہیں جو اس وقت یہود کے احبار اور نصاریٰ کے رہبان میں تھیں۔ اور قرآن نے جابجا جن کی شکایات کی ہیں۔"

(الفرقان لکھنؤ جلد ۱۶ صفحہ ۴ نمبر ۲)

اندریں حالات احمدیوں کا الہام و وحی ربانی کو جاری ماننا کونسا جرم ہے جس کی وجہ سے ان کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جاتا ہے؟ حالانکہ علماء اُمت اپنی کتابوں میں نبوت غیر تشریعی کے امکان کو تسلیم کرتے رہے ہیں۔ پس احمدیوں کو مسلمان قرار نہ دینا صریح غلطی ہے ۔

"جماعت اسلامی نمبر"

الفرقان کے "جماعت اسلامی نمبر" کی کچھ کاپیاں دفتر میں موجود ہیں۔ علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ قیمت ہے۔ وی پی بھی طلب فرما سکتے ہیں ——— (منیجر)

مدیر صاحب المنیر لائلپور اپنے مخصوص طرز میں لکھتے ہیں :۔

"ہماری غیر حاضری میں مولانا ابوالعطاء اللہ دتا صاحب جالندھری نے رمضان مبارک کا مقدس مہینہ منارۃ المسیح کے سائے میں گزارنے اور بہشتی مقبرہ سے کسب فیض اور مزار مسیح قادیانی سے حصول برکات کے بعد اپنے ماہنامہ "الفرقان" کا "جماعت اسلامی نمبر" شائع فرمایا جس میں ایسے ایسے نادر انکشافات کئے گئے ہیں جو ہم ایسوں کے لئے بلاشبہ نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

(المنیر ۲۲ جولائی ۵۵ء)

الفرقان :۔ سوال تو یہ ہے کہ الفرقان کے جماعت اسلامی نمبر میں جو "نادر انکشافات" کئے گئے ہیں اُن سے آپ نے کیا فائدہ اٹھایا ہے؟ کیا کبھی سنجیدگی سے غور کرنے کی بھی توفیق پائیں گے؟

درخواست دُعا

میری اہلیہ محترمہ فاطمۃ النساء بیگم نے تین دن کے بخار کے بعد ۱۱ جولائی ۱۹۵۵ء کی شب کے پونے گیارہ بجے فرشتہ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی ہی نیک اور فرشتہ سیرت عورت تھیں سلسلہ سے بیحد اُنس تھا۔ پچھلے سال قادیان بھی ہو آئیں۔ نماز روزہ تہجد کی خوب عادی تھیں۔ جماعت احمدیہ مدراس نے جنازہ پڑھا۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مرحومہ کی جنت فردوس میں جگہ کیلئے دُعا فرمائیں۔ نیز مرحومہ کے پانچ چھوٹے بچوں کی دنیوی اور دینی کامیابی کیلئے بھی دُعا فرمائیں۔ (محمد کریم اللہ ایڈیٹر آزاد نوجوان ـــ مدراس)

جماعتِ اسلامی کی "خدمتِ خلق" کی سالانہ رپورٹ

[روزنامہ "نوائے وقت" لاہور میں ذیل کا دلچسپ تجزیہ شائع ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ جماعت اسلامی کی طرف سے سال بھر میں ایک مریض کو پونے پانچ پائی کی دوا دی گئی ہے۔ اس تجزیہ سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی جماعت کا یہ کام محض ایک ڈھونگ ہے ——— (ادارہ)]

"جماعت اسلامی نے شعبۂ خدمتِ خلق کے نام سے ایک ڈیپارٹمنٹ کھول رکھا ہے۔ یہ شعبہ گشتی شفاخانوں کا انتظام کرتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ لاکھوں مریضوں کو ان گشتی شفاخانوں سے بلا معاوضہ دوا ملتی ہے اور ان کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ اس شعبہ کی سالانہ رپورٹ اس وقت ہمارے سامنے ہے اور اس میں یکم جون ۵۴ء سے ۳۱ مئی ۵۵ء تک کا حساب کتاب درج ہے۔ اس ایک برس میں خدمتِ خلق کی آمدنی کوئی چالیس ہزار روپے کے لگ بھگ دکھائی گئی ہے۔ ۱۶۴۳۵ روپے تو امانت نقد و پرچی چندہ کی مد میں دکھائے گئے ہیں۔ ۲۲۵۶۲ روپے قربانی کی کھالوں سے حاصل ہوئے اور ۱۱۲۶ روپے ۲ آنے کی آمدنی بوتلوں وغیرہ کی قیمت سے حاصل ہوئی۔

یہ تو آمدنی کا حساب ہوا اب ذرا خرچ کی تفصیل بھی سنیئے۔

ادویات ۷۵۳۶-۶-۹ گویا چالیس ہزار آمدنی میں سے ادویات پر کل ساڑھے سات ہزار روپے خرچ ہوئے یعنی ۲۵ فی صدی سے بھی کم!

دوسری طرف "معاوضہ جات" کے بہانے "خدامِ خلق" نے جو رقم وصول کی وہ ہے ۱۱۸۴-۲-۹ یعنی دواؤں کی مجموعی قیمت سے پونے چار ہزار روپیہ ——— موٹر گاڑیوں اور ان کے پٹرول پر معلوم ہے کتنی رقم خرچ کی گئی؟ ۸۵۳۵-۲-۰ ——— یعنی ادویات کی مجموعی قیمت سے ایک ہزار روپیہ زائد ——— شاید پٹرول بھی کسی مرض کے علاج میں کام آتا ہو۔ مگر خرچ کی سب سے دلچسپ مد نشر و اشاعت ہے اس پر ۱۹۲۶-۱۲-۳ صرف کیے گئے۔ یعنی صالحین نے اگر کسی غریب بیمار کو ایک آنہ کی دوائی مفت دی تو کم از کم ایک پیسہ اپنی اس نیکی اور "خدمتِ خلق" کے اشتہار پر صرف کیا۔

یہ خدمتِ خلق کا صالحانہ اسلوب ہے کہ اپنے بھائیوں کی اس طرح مدد کرو کہ کسی کو کانوں کان تمہاری اس نیکی کا پتہ نہ چلے۔

اب لگے ہاتھوں ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ سال بھر میں ان شفاخانوں سے کتنے مریض فیضیاب یا شفایاب ہوئے؟ رپورٹ میں ان کی تعداد ۲ لاکھ ۹۱ ہزار ۷ سو چوالیس بتائی گئی ہے۔ یعنی

سال بھر میں ادویات ۷۵۳۶-۶-۹ کی اور سال بھر میں مریضوں کی تعداد ۲۹۱۷۴۴۔ اس حساب سے ایک مریض کو سارے سال میں کم و بیش پونے پانچ پائی کی دوائی مفت ملی۔ اگر بوتلوں کی فروخت سے ۱۱۲۶ روپے کے نفع کو پیش نظر رکھا جائے بوتلوں کی اصل قیمت یقیناً پندرہ ہزار سے کم کیا ہوگی۔ گویا مریض کو ایک آنہ میں تو بوتل فروخت

کی گئی اور پونے پانچ پائی کی دوا مفت دی گئی۔

خدا جانے یہ کون سی اکسیر تھی جس کی پونے پانچ پائی کی خوراک میں ہی مرض دور ہو جاتا ہے۔ یا پھر وہ بیماری ہی کوئی نئی بیماری ہوگی جس کے مریض ان شفاخانوں میں آئے ہوں گے ورنہ پونے پانچ پائی میں تو آجکل معمولی درد سر کا علاج بھی ممکن نہیں۔ اگر کوئی اکسیر صالحین کے ہاتھ لگ گئی ہے تو پھر بخل سے کام نہ لیں۔ اس کا نسخہ شائع کر دیں۔ اس کی اشاعت سے دنیائے طب میں انقلاب آجائیگا۔ اور اس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔ ورنہ ایک عام آدمی خواہ مخواہ اس بدگمانی میں مبتلا ہو جائے گا کہ یہ "خدمت خلق" اور "گشتی شفاخانہ" محض ایک ڈھونگ ہے۔ اصل مقصد قربانی کی کھالوں کے ذریعہ روپیہ بٹورنا اور سیدھے سادے مسلمانوں کی کھال اتارنا ہے اور بس۔

اس شبہ کو مزید تقویت اس سے پہنچتی ہے کہ اس رپورٹ کی اشاعت عید قربان سے چند روز قبل مناسب سمجھی گئی ہے۔ (نوائے وقت لاہور ۲۴ جولائی ۱۹۵۵ء)

تبصرہ

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ایڈیٹر "صدق جدید" لکھنؤ لکھتے ہیں:

"الفرقان جماعت اسلامی نمبر۔ ایڈیٹر ابوالعطاء جالندھری صاحب ۱۰۴ صفحہ قیمت ۸؍ قیمت سالانہ ۵؍۔ پتہ ماہنامہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ پاکستان۔

احمدی (قادیانی) جماعت کا یہ ایک معروف رسالہ ہے۔ یہ خاص نمبر جماعت اسلامی پاکستان کا جائزہ لینے اور اس پر تنقید و تبصرہ کے لئے وقف ہے۔ رسالہ کے مضامین کس حد تک محققانہ ہیں اور کس حد تک مناظرانہ۔ یہ ایک الگ سوال ہے۔ باقی رسالہ کا مطالعہ مفید اور دلچسپ ضرور ثابت ہوگا۔"

(صدق جدید ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء)

نایاب لٹریچر

میرے پاس اخبار الفضل کا پورا بست ۱۹۱۳ء سے ۱۹۴۶ء تک اور متفرق رسائل سلسلہ کے فائل، ریویو اردو ۱۹۰۴ء سے ۱۹۴۷ء تک اور کئی متفرق سالوں کا۔ اور انگریزی ریویو کا متفرق فائل اور متفرق ماہ کے پرچے تشحیذ الاذہان، فرقان، سن رائز انگریزی الحکم، بدر، فاروق، مصباح وغیرہ کے متفرق فائل۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور سلسلہ کے علماء کی تصانیف تفسیر کبیر سورۃ یونس تا کہف سورہ عم کی تین جلدیں اور البقرہ کے ۹ رکوع وغیرہ برائے فروخت موجود ہیں۔ حاجتمند احباب خط کے ذریعہ قیمت کا تصفیہ کر لیں۔ نیز آپ جملہ کتابوں کے منگوانے کے لئے مجھ سے خط و کتابت کریں!

ابوالمنیر فخر الدین مالا باری کتب فروش
دارالمسیح قادیان۔ ای۔ پنجاب

الامراض والعلاج

ہیضہ ـــــ کالرا

(Cholera Asiatica)

ـــــ از جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی - لاہور ـــــ

کیفیت | یہ ایک شدید متعدی مرض ہے جو موسم گرما اور برسات میں وبا کے طور پر پھیلتا ہے۔ اس مرض کا حملہ سوائے انسان کے کسی اور جانور پر نہیں ہوتا۔ حملہ ہوتے ہی پے بہ پے دست اور قے ہونے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مریض کی آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں۔ بدن سرد ہو جاتا ہے اور چہرہ پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

تاریخ مرض | یہ ہندوستان کا مقامی اور دوامی مرض ہے جس کا خاص مقام دریائے گنگا اور برہم پترا کی وادی ہے۔ یہیں سے یہ مرض اطرافِ عالم میں پھیلا ہے سنہ ۱۸۳۲ء میں جہازرانوں کی وساطت سے یہ مرض یورپ میں پہنچا۔ سنہ ۱۸۳۵-۳۶ء میں ملک امریکہ میں ظاہر ہوا۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں نیویارک میں اس کی وبا پھوٹی۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں یہ مرض وبائی یورپ میں نمودار ہوا۔

یورپ اور امریکہ میں یہ مرض دیر تک قائم نہ رہ سکا اور بہت جلد لوگ اس کی ہلاکت خیزیوں سے نجات پا گئے لیکن ہندوستان، شام، عرب، مصر، ترکی اور شمالی افریقہ میں یہ مرض قدیم زمانے سے موجود ہے۔ اور تقریباً ہر موسم میں موجود رہتا ہے اور موسم گرما اور برسات میں وبائی پھوٹ پڑتا ہے۔

ماہیت مرض | اس مرض کا باعث ایک بلدار جرثومہ ہے جسے انگریزی میں کالرا اسپائیریلم Cholera Spirillum یا کاما بیسی لس Comma Bacillus کہتے ہیں۔ جسے جرمن ڈاکٹر ماہر کاخ نے سنہ ۱۸۸۳ء میں دریافت کیا۔

اس جرثومہ کو اگر خوردبین کے نیچے رکھکر دیکھا جائے تو اس کی شکل "و" کی طرح دکھائی دیتی ہے اور اس کی کاشت آب گوشت پر بآسانی ہوسکتی ہے۔

یہ جراثیم مریض کے اسہال اور مواد قے میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور موت کے بعد بھی مریض کے امعاء میں بکثرت دیکھے گئے ہیں۔

اسباب | اس مرض کا اصل سبب چھوت کا لگنا ہے گویا جراثیم مرض کا تندرست آدمی کی آنتوں میں پہنچ جانا۔ چنانچہ مریض کا قرب و جوار، گندگی اور جراثیم آلود اغذیہ واشربہ، کچے پھل اور مٹھائیاں اور دیگر جراثیم آلود خورد و نوش کی چیزیں موجب مرض ہوتی ہیں۔

مکھیاں اس مرض کو وبائی پھیلاتی ہیں۔ چنانچہ یہ مریض کے مواد قے اور اسہال کو اپنے پاؤں اور پروں پر اٹھائے پھرتی ہیں اور تندرست اشخاص کی غذا پر بیٹھ کر اسے جراثیم آلود کر دیتی ہیں۔

یہ مرض عام طور پر جراثیم آلود دودھ اور آب نوشیدنی کے ذریعہ حملہ آور ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ باسی اغذیہ، خراب اور کرم خوردہ پھل، کچا دودھ، لسی اور سوڈا واٹر اور کلفی ملائی وغیرہ کا استعمال بھی موجب مرض ہوتا ہے۔

بعض آدمی بظاہر بیمار تو نہیں ہوتے لیکن ان کے براز میں جراثیم ہیضہ موجود ہوتے ہیں اور ان کے مواد براز سے دوسرے اشخاص مبتلائے مرض ہو جاتے ہیں ایسے

لوگوں کو اصطلاحِ طب میں حاملانِ مرض یا *Carriers* کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ مریض کے دست و قے کا مادہ اسکے بستر اور لباس پر لگا ہوا رہ جاتا ہے۔ چنانچہ مریض کا لباس اور بستر بھی مرض کے پھیلانے کا باعث ہوتے ہیں اور ان اشیاء سے عموماً دھوبیوں اور مردہ شوئی کا کام کرنے والوں میں یہ مرض پھیل جاتا ہے۔ یہ مرض ان اشخاص پر زیادہ حملہ آور ہوتا ہے جو افلاس و تنگ دستی کی وجہ سے ردّی اور غیر مناسب اغذیہ استعمال کرتے ہیں۔ لوگوں کا پس خوردہ کھاتے اور غلیظ رہتے ہیں۔

کمزور لوگ، ضعفِ معدہ اور سوءِ ہضم کے مریض، تنگ و تاریک مکانات کے رہنے والے، کثیف و غلیظ رہنے والے، خوف زدہ اور ڈرے ہوئے لوگ اور شاق محنت کرنے والے اس مرض کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

برسات کے موسم میں امرود، کھیرا، جامن اور گرم خوردہ آم وغیرہ کا کھانا بہت مضر ہوتا ہے۔ ان چیزوں سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔

خصوصیاتِ مرض | یہ مرض بلند پہاڑوں پر شاذ و نادر ہی نمودار ہوتا ہے لیکن نشیب دار اور نمناک مقامات اس مرض کی آماجگاہ ہیں۔

۲۔ مرض کا زور عموماً موسم گرما اور برسات میں زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ یہ مرض ہر عمر کے اشخاص پر حملہ آور ہو سکتا اور بچوں اور بوڑھوں میں مہلک ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ یہ مرض سوائے انسان کے کسی حیوان کو نہیں ہوتا۔

تشریح بعد از موت | اگر مریض ہیضہ کی لاش کو چیر کر دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوں گے۔

۱۔ مریض کا چہرہ سوکھا ہوا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور اعضاء و جوارح مسترخی ہوتے ہیں۔

۲۔ موت کے فوراً بعد مریض کا بدن گرم ہو جاتا ہے۔

۳۔ وریدوں اور شرائین کا خون بہت گاڑھا اور سیاہ ہوتا ہے۔ جس میں مائی اجزا اور نمک بہت کم پائے جاتے ہیں۔

۴۔ شکم کا پردہ باریطون دیوار شکم سے چسپاں اور امعاء دقیق خشک اور متورم ہوتی ہیں۔ چھوٹی انتڑیوں میں ایک غیر شفاف آب خون بھرا ہوتا ہے جس میں جراثیم مرض بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۵۔ طحال سکڑی ہوئی اور جگر و گردے متورم ہوتے ہیں۔

زمانہ حضانت | سمیت مرض قبول کرنے کے بعد چند گھنٹوں میں ہی علاماتِ مرض ظاہر ہو جاتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات کو سوتے سوتے مرض کا حملہ اچانک ہو جاتا ہے اور صبح ہوتے ہوتے مریض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اقسامِ مرض | اس مرض کی دو بڑی قسمیں ہیں:۔

۱۔ ہیضہ شدید *Cholera Gravis*

۲۔ بند ہیضہ *Cholera Sicca*

اوّل الذکر میں مریض کو دو چار دست چاولوں کی پیچھ کی طرح آکر ردّی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ قے اس شدت سے ہوتی ہے کہ پانی کا ایک قطرہ بھی معدہ میں نہیں ٹھہرتا۔ اس کا حملہ چند گھنٹوں میں مریض کو ہلاک کر دیتا ہے۔

مؤخر الذکر ہیضہ کی ایک نہایت ردّی اور خطرناک قسم ہے۔ اس میں مریض کو نہ دست آتے ہیں اور نہ قے ہوتی ہے بلکہ اس کا پیٹ پھول کر منتفخ ہو جاتا ہے۔ نیز بدن سرد اور حواس مختل ہو کر مریض مر جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

پتہ کی تبدیلی کی اطلاع ضرور دیجئے!
ورنہ پرچہ نہ ملنے کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی
(مینجر)

قادیان آج بھی اشاعت اسلام کا مرکز ہے

رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ کے درس القرآن اور اعتکاف کا ذکر

مشرقی پنجاب میں ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز انقلاب کے بعد صرف قادیان ہی ایک ایسی بستی ہے جہاں پر متواتر اور مسلسل اذان کی آوازیں بلند ہوتی رہی ہیں - اور جہاں پر صدہا انسانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر اسلام کے پرچم کو بلند رکھا ہے - صدر انجمن احمدیہ قادیان نے بھارت میں اشاعت دین کا فریضہ ادا کیا ہے قادیان میں اس دور ابتلاء میں استقامت سے رہنے والے ''درویش'' روز و شب عبادت میں گزارتے ہیں - اور اشاعت اسلام کے لئے دینی تیاری کر رہے ہیں - رمضان المبارک کا مہینہ ساری دنیائے اسلام کے لئے ایک خاص مہینہ ہے - قادیان میں نصف صدی سے زائد عرصہ سے یہ پاک دستور حکیم الامة حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ جاری ہوا - کہ رمضان المبارک میں سارے قرآن مجید کا درس مکمل کیا جایا کرے - حضرت مولانا مرحوم کے بعد اس نیک سنت کو ہمارے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ نے جاری رکھا - ان کے بعد ان کے شاگرد اور بعض دوسرے علماء قادیان اور ربوہ میں اس مبارک طریق کو جاری رکھے ہوئے ہیں -

امسال ہجرت کے بعد آٹھویں رمضان المبارک میں مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ نظارت تعلیم و تربیت قادیان کے مطالبہ پر قرآن کریم کے آخری پندرہ پاروں کا درس پھر قادیان میں دوں - اس درس کا آغاز بھی یکم رمضان کو میں نے ہی کیا تھا - باقی درمیانی پاروں کا درس اخویم مکرم مولانا غلام احمد صاحب فاضل بدوملی نے دیا تھا - رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف ایک خاص عبادت ہے - قادیان کی مسجد مبارک میں اس سال (۱۳۷۴ھ) جو دوست معتکف تھے - مسجد کے اندرونی ابتدائی حصہ میں ان کا ایک فوٹو لیا گیا تھا - یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ قادیان سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے ۱۹۴۷ کے بعد آج تک سب سے پہلے مسجد مبارک میں اعتکاف کرنے کا موقعہ مجھے ملا ہے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(ابوالعطاء جالندھری)

دائیں طرف سے (کھڑے ہوئے) (۱) محمد احمد صاحب نسیم مالا باری (۲) حاجی محمد الدین صاحب تہالوی (۳) ابوالعطاء جالندھری (۴) صدیق امیر علی صاحب آف مالا بار (۵) قریشی محمد یونس صاحب اسلم -

(بیٹھے ہوئے) (۱) میاں فضل الدین صاحب بنگوی (۲) مولوی محمد علوی صاحب مالا باری (۳) بابا جان محمد صاحب درویش -

موتیا بند کا سُرمہ

جناب سول سرجن صاحب لاہور کا مکتوب گرامی

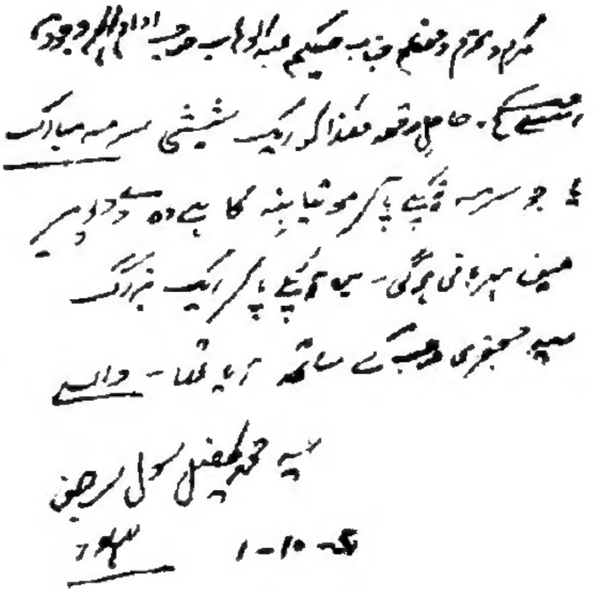

مکرم و محترم و معظم جناب حکیم عبدالوہاب صاحب ادام اللہ وجودہٗ

السلام علیکم۔ حامل رقعہ ھٰذا کو ایک شیشی "سرمہ مبارک" یا

جو سرمہ آپکے پاس "موتیا بند" کا ہے وُہ دے دیویں

عین مہربانی ہوگی۔ میں آپ کے پاس ایک بزرگ

"سید جعفری" صاحب کے ساتھ آیا تھا۔ والسلام

سید محمد طفیل، سول سرجن۔ لاہور ۱/۱۰/۵۱

جناب سول سرجن صاحب بہادر پنجاب کے وزراء، رؤساء، نواب اور عوام کیلئے سُرمہ مُبارک تجویز کرتے ہیں قیمت فی شیشی، دو روپے آٹھ آنہ۔ نصف شیشی ایکروپیہ چار آنہ

دوا خانہ نورالدین۔ جودھامل بلڈنگ لاہور

لائین پریس لاہور